برکاتِ رمضان
علامہ فضل احمد عارف
نذیر سنز پبلشرز
۴۰۔ اے اردو بازار لاہور

# برکاتِ رمضان

علامہ فضل احمد عارف

نذیر سنز پبلشرز
۴۰۔ اے اردو بازار ○ لاہور

نام کتاب ——— برکات رمضان

تعداد ——— گیارہ سو

پریس ——— زاہد بشیر پریس، لاہور

قیمت ——— نو روپے

بار اوّل ——— ۱۹۸۰ء

# فہرست مندرجات

صفحات

## ٦۔ مآخذ و مصادر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

رمضان المبارک بڑی برکتوں اور فضیلتوں والا مہینہ ہے۔ اس بابرکت مہینے میں رحمتوں کی بارشیں ہوتی ہیں، نیک کاموں کا بے شمار ثواب ملتا ہے اور رحمت کے فرشتے اترتے ہیں کہ جو خدا کے بندوں کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ اسی ماہ میں سرکش شیطان قید کر دیے جاتے ہیں اور یہی مہینہ ہے کہ جس میں سب سے زیادہ گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔ اس مبارک مہینے کی برکات اور فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ ہم اگر ان کا اندازہ لگانا چاہیں تو ہرگز نہیں لگا سکتے۔

حضرت ابو سعود غفاریؓ سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو ماہِ رمضان کی ساری فضیلتوں اور برکتوں کا پتہ چل جاتا تو وہ آرزو کیا کرتے کہ سارا سال ہی ماہِ رمضان رہتا۔ (غنیۃ الطالبین)

مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں یہ بابرکت مہینہ میسر آئے اور جو اس کی برکتوں سے بہرہ ور ہوں۔

نیک لوگ ہمیشہ اس سراپا خیر و برکت مہینے کے انتظار میں رہتے ہیں اور جب یہ آتا ہے تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا۔ اس میں وہ بڑھ چڑھ کر کارِ ثواب سرانجام دیتے ہیں اور نجاتِ اُخروی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب ماہِ رمضان آتا تو فرمایا کرتے تھے۔

"تمہیں مبارک ہو ایک ایسے مہینے کی جس میں نیکیاں ہی نیکیاں ہیں۔ اس کے دن روزے ہیں اور اس کی راتیں قیام و تراویح ہیں اور اس مہینے میں اپنے آپ اور گھر والوں پر خرچ کرنا گویا خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے!"

ماہِ رمضان کا چاند جب نظر آئے تو اس کا استقبال ہمیشہ خیر و برکت کی دعاؤں کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اس وقت جو دعا مانگی جائے گی وہ ضرور قبول ہوگی کیوں ہلالِ رمضان، نزولِ برکات کی تمہید اور قبولِ دُعا کی نوید ہے۔

حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ رسول پاکؐ جب کسی مہینے کا نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ (دارمی شریف)

(ترجمہ) اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن و امان اور سلامتیٔ ایمان، اور خیریت اور اسلام کے ساتھ نکالنا، اے چاند میرا اور تیرا دونوں کا رب، اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔

اگر ماہِ رمضان خیر و خوبی اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ گزر جائے تو کیا ہی خوب ہے!

حضرت انسؓ سرکار رسالت مآبؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا" اِذَا سَلِمَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ سَلِمَتِ الْاَيَّامُ وَاِذَا سَلِمَ

شَهرُ رَمَضَان سَلِمَتِ السَّنَةُ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ: جب جمعے کا روز سلامتی کے ساتھ گزر گیا تو گویا (ہفتے کے سارے) دن سلامتی کے ساتھ گزر گئے اور جب رمضان کا مہینہ سلامتی سے گزر گیا تو (یوں سمجھیے) کہ سارا سال سلامتی سے گزر گیا۔

اس مقصد کے حصول کی خاطر کہ ماہِ رمضان سلامتی اور عمدگی سے گزرے ہم پر کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں اور وہ حقوقِ رمضان مثلاً روزے اور نماز تراویح کو ادا کرنا ہے۔ رمضان تزکیۂ نفس کا مہینہ ہے۔ جس میں انسانوں کی روحانی اور جسمانی اصلاح ہو جاتی ہے، کیونکہ تزکیۂ نفس کے لیے اس میں روزوں کی عبادت رکھ دی گئی ہے۔ روزے رکھنے کا بڑا ثواب ہے روزے کا اَجر خود خداوند تعالیٰ دیں گے اور وہ یقیناً اپنے شایانِ شان عطا فرمائیں گے کیونکہ خود فرمایا ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود ہی اسکی جزا دوں گا۔

کتابُ اللہ میں جہاں اس کے ماہِ رمضان میں نازل ہونے کا تذکرہ آیا ہے وہاں ساتھ ہی روزے رکھنے کا حکم بھی موجود ہے۔ اس سے یہ حقیقت اُجاگر ہو جاتی ہے کہ قرآن اور روزوں کا ماہ رمضان سے خصوصی تعلق ہے۔ اور اس تعلق کی اساس تقویٰ پر ہے چنانچہ قرآن خود ھدًی للمتقین یعنی متقیوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے اسی طرح روزوں کا مقصد لعلکم تتقون یعنی متقی بنانا بیان کیا گیا ہے۔

رمضانُ المبارک میں ایک بڑی فضیلت اور برکت والی رات پائی جاتی ہے اور وہ لیلۃ القدر ہے۔ اس رات میں عبادت کا موقع ملنا انتہائی سعادت

کی بات ہے اور جو شخص اس سے محروم رہ جاتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنصیب نہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ماہِ رمضان آیا تو رسول اکرمؐ نے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آپہنچا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے کہ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم ہوا۔ اور اس کی بھلائی سے صرف کوئی بد نصیب ہی محروم رہ سکتا ہے۔ (ابن ماجہ)

خدا نہ کرے کہ ہمارا شمار اِن بدنصیبوں میں ہو کہ جنہیں خیر و برکت سے محروم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اگر ہم اس مبارک مہینے کو بھی غفلت اور بے عملی کی نذر کر دیتے ہیں تو پھر ہمیں محرومی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آسکتا۔

اس لیے ہمیں چاہیئے کہ اس برکت والے مہینے میں روزے رکھیں، نماز قائم کریں، راتوں کو قیام ہو۔ زبان تلاوت اور ذکرِ الٰہی سے تر رہے، ضرورتمندوں کو سحری کھلائیں، افطاری کرائیں، غریبوں کی مدد کریں اور جود و سخا سے کام لیں۔

حدیث شریف ہمیں بتاتی ہے کہ رسولِ پاکؐ کی سخاوت رمضان المبارک میں نقطۂ عروج پر پہنچ جایا کرتی تھی اور اِن دنوں آپؐ عطا و بخشش میں بلاشبہ بادوباراں کا مقابلہ کیا کرتے تھے اسی طرح آنحضرتؐ اس مہینے میں عبادات میں بھی بہت زیادہ کد و کاوش فرمایا کرتے تھے اور یہی پیغام آپ اپنے قول و عمل سے ہمیں بھی دے گئے ہیں۔ ماہِ رمضان جب بھی آتا ہے تو وہ اس پیغام کی یاد

بھی دلاتا ہے اور مسلمان ہیں کہ اس شعر کے مصداق ؎

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں۔
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

بزرگانِ دین نے بھی ماہِ رمضان کے بارے میں ہمارے لیے پند ونصائح کا بڑا قیمتی سرمایہ چھوڑا ہے۔ اگر ہم ان نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے اس ماہ کے حقوق ادا کرنے لگ جائیں تو دنیا و آخرت میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں کتنے خلوص، دردمندی اور دل سوزی سے ہمیں نصیحت فرماتے ہیں۔

"ماہِ رمضان، صدق وصفا اور وفا کا مہینہ ہے۔ یہ ذکر کرنے والوں صبر کرنے والوں اور صدق شعار لوگوں کا مہینہ ہے، جب یہ تیرے دل کی اصلاح کرنے، تجھے خدا کی نافرمانی سے باز رکھنے اور بدبخت نافرمانوں سے دور رکھنے میں ناکام رہا۔ تو پھر بھلا کون سی چیز تیرے دل پہ اثر کر سکے گی اور پھر کس نیکی کی تجھ سے توقع رکھی جا سکتی ہے کون سی بدبختی ہے کہ جو تجھ میں نہیں اور کون سی فلاح وکامرانی ہے کہ جس کی تجھ سے امید وابستہ کی جائے۔

اے سکنت کیش شخص! ہوشیار ہو جا کہ رحمتِ خدا نازل ہو چکی ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہو جا اور بقیہ مہینہ توبہ واستغفار میں گزار دے، خدا کے احکام بجالا۔ اور اس سے بخشش طلب کرتا رہے، ہو سکتا ہے کہ تم بھی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہو جاؤ کہ جنہیں خدا کی رحمت اور مہربانی میسر آنے والی ہے۔ ماہِ رمضان کو زاری اور اشکباری کے ساتھ رخصت کرو اور نفس کی شامت پر

ہمیشہ نالہ کناں رہو۔

افسوس! کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ وہ اس رمضان کے بعد پھر کبھی روزے نہ رکھ سکیں گے اور کتنے ایسے راتوں کو قیام کرنے والے اور تراویح پڑھنے والے ہوں گے کہ پھر انہیں کبھی قیام کرنا اور تراویح پڑھنا نصیب نہ ہوگا۔

آخر میں اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ ہمیں رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے بہرہ ور کرے۔ اور عبادات اور طاعات کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

## دیباچہ طبع ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالٰی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کتاب کی تالیف کی توفیق اور کتاب کو مقبولیت عطا فرمائی، پہلا ایڈیشن طبع ہوا تو مختلف جرائد و رسائل نے بڑے اچھے تبصروں سے نوازا۔ مولانا ماہر القادری مرحوم مدیر فاران کراچی اور مولانا عامر عثمانی مرحوم مدیر تجلی دیوبند تبصرہ نگاری میں رو رعایت کے قطعاً قائل نہ تھے، انہوں نے بھی کتاب کو سراہا۔ مولانا عامر عثمانی نے اپریل ۱۹۶۹ء کے شمارے میں تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔ "رمضان المبارک" کے متعلق بہت سی چیزیں دیکھیں لیکن ترتیب کا جو حسن اور اخلاص کا جو لطف اس میں محسوس ہوا، وہ خاص انداز کا ہے"

اس دوسرے ایڈیشن میں ضروری اصلاح کے ساتھ ساتھ تھوڑا بہت بھی کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالٰے میری اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین۔

اوکاڑہ، ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء

فضل احمد عارف

# باب ۱

## رمضان کی وجہِ تسمیہ
## اور دیگر اسماءِ مبارکہ

رمضان اِس بابرکت مہینے کا مشہور نام ہے اور یہ لفظ عربی مصدر "رمض" سے بنا ہے جس کے لغوی معنی جلانے اور شدتِ حرارت کے ہیں اس مہینے کا یہ نام (رمضان) پڑنے کی بہت سی وجہیں بیان کی گئی ہیں چند ایک حسب ذیل ہیں۔

# وُجُوہ تسمیہ

## ۱۔ وجہ اوّل

علامہ جار اللہ زمخشری کے قول کے مطابق اس مہینے کا یہ نام۔ رمضان اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں قدیم زمانے سے روزوں کی عبادت سرانجام دی جاتی رہی ہے اور روزوں میں بھوک پیاس کی شدت، تکلیف اور گرمی برداشت کرنی پڑتی ہے اس لئے اس مہینے کی اس تکلیف اور سوزش دروں کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے۔

ایک اور مفسر قاضی بیضاویؒ نے بھی ایک وجہ یہی بیان کی ہے اس توجیہہ کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اگلی امتوں پر بھی ایک ہی ماہ کے روزے فرض تھے اور وہ مہینہ رمضان ہی تھا جیسا کہ علامہ ابن کثیر دمشقی نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے۔

"حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں پر ایک مہینے کے روزے فرض تھے، اور ایک ریشام فوع میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھے۔"

## ۲۔ وجہ دوم

رمضان کی ایک وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رمضان چونکہ گناہوں کو جلا دیتا ہے اس لیے یہ اس نام سے موسوم ہوا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

عن انس بن مالکؓ قال قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانّما سُمِّیَ رمضانَ لانّہٗ یرمضُ الذُنوبَ (غنیۃ الطالبین جامع صغیر سیوطی)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: رمضان کا نام رمضان محض اس سبب سے رکھا گیا ہے کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔

اس حدیث شریف میں گناہ کے جلنے سے مراد گناہوں کی بخشش ہے اور یہ امر دوسری حدیثوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر ہم رمضان المبارک میں خلوص سے عبادت سرانجام دیں تو گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور یہ اس حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اس مہینے میں ایمان کے ساتھ اور حصولِ ثواب کی نیّت سے نماز پڑھی اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔ (ترمذی شریف)

## ۳۔ وجہ سوم

بعض علمائے کرام نے رمضان کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ اس ماہ میں دل آخرت کے بارے میں فکر و نظر اور نصیحت و عبر کی حرارت حاصل کرتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح کہ جس طرح ریت اور پتھر سورج کی حرارت کو حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے یہ نام رکھ دیا گیا (غنیۃ الطالبین)

**۴۔ وجہ چہارم** خلیل عروضی کی تحقیق کے مطابق رمضان کا لفظ مادہ رمض سے ماخوذ ہے اور وہ ایک بارش ہے۔ کہ جو موسم خریف میں برستی ہے جس سے اشجار کے برگ و بار سارے گرد و غبار سے دھل جاتے ہیں۔ پس اس مہینے کا نام رمضان اس سبب سے ہوا کہ وہ انسانوں کے جسموں کو گناہوں سے دھو دیتا ہے اور دلوں کو خوب پاک صاف کر دیتا ہے۔

**۵۔ وجہ پنجم** رمضان کی وجہ تسمیہ میں ایک روایت یہ ہے کہ جب عربوں نے مہینوں کے نام قدیم لغت اور زبان سے نقل کئے تو اس وقت یہ مہینہ ایامِ رمض یعنی گرمی کے دنوں میں آیا اس لیے اس مناسبت کی وجہ سے اس کا نام رمضان رکھا گیا۔ چنانچہ مشہور نحوی عالم اصمعی لکھتے ہیں کہ ابو عمرو نے کہا ہے کہ رمضان اس مہینے کا نام اس لیے پڑا کہ اس مہینے میں اونٹ گرمی کے سبب سے گرم ہوتا ہے اور کسی اور کے قول کے مطابق یہ نام اس لیے پڑا کہ اس مہینے میں حرارتِ آفتاب سے پتھر گرم ہوتے تھے۔

علامہ عبدالکریم کورائی کتاب السامی فی الاسامی کے حوالے سے وضاحت کرتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں محرم کو موتمر، صفر کو ناجر۔ ربیع الاول کو خوآن۔ ربیع الآخر کو وبصان۔ جمادی الاولیٰ کو حنین۔ جمادی الاُخریٰ کو رُبیٰ۔ رجب کو (۱) اُصَمّ (۲) منصل الاسنۃ (۳) شہر الحرام۔ شعبان کو عاذل، رمضان کو ناتِق، شوال کو وعل، ذیقعدہ۔ کو ورنہ اور ذی الحجہ کو برک کہتے تھے (علی ہامش انوار التنزیل)

اس لحاظ سے رمضان المبارک کا پہلا نام ناتِق تھا اور ناتق کے معنی بقول صاحبِ کشاف، جلانے، بھڑکانے۔ اکتا دینے اور بے آرام کر دینے والے کے

ہیں۔

## ۲۔ حروفِ رمضان کے روحانی اسرار

مشائخ طریقت اور صوفیئہ کرام نے رمضان کے لفظ میں روحانی اسرار بھی دریافت کئے ہیں اور اس باب میں خوب نکتہ آفرینی کی ہے۔ مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں۔

رمضان پانچ حرفوں سے مل کر بنا ہے "ر" سے مراد رضوان اللہ (رضائے الٰہی)، "م" سے مراد محاباۃ اللہ (عطائے الٰہی و عشق الٰہی) "ض" سے مراد ضمان اللہ (اللہ کی ضمانت) "ا" سے مراد الفت اللہ (اللہ کی الفت) اور "ن" سے مراد نور اللہ (اللہ کا نور) ہے۔

پس ماہِ رمضان خاص طور پر اولیائے کرام اور نیک لوگوں کے لیے خدا کی رضا، عشق و محبت، ضمانت و صیانت اور نور و نوال کا مہینہ ہے۔

## دیگر اسماءِ مبارکہ

اس ماہِ مبارک کے ذاتی نام رمضان کے علاوہ کئی ایک صفاتی نام بھی ہیں کہ جو حسب ذیل ہیں۔

### ۱۔ شہر الصیام (روزے رکھنے کا مہینہ)

ماہِ رمضان کو شہر الصیام کہا جاتا ہے۔ عربی لفظ شہر کے معنی ہیں مہینہ اور صیام مصدر ہے جس کے اصطلاحی معنی روزہ رکھنے

کے ہیں، چونکہ اس مہینے میں روزے رکھے جاتے ہیں اور یہی مہینہ، فرض روزوں کے لیے مختص ہے، اس لیے اس کا یہ نام مشہور ہو گیا ہے ایک عربی شاعر ابوالاسود دوئلی، حضرت علی بن ابی طالبؓ کا مرثیہ کہتے ہوئے ماہِ رمضان کو شہر الصیام کے نام سے یاد کرتا ہے۔ ان کا شعر یہ ہے ؎

أفی شهر الصیام فجعتمونا
بخیر الناس طرًا اجمعینا

ترجمہ: ہائیں! تم نے تو شہر الصیام یعنی ماہِ رمضان میں ایک ایسے انسان کو شہید کر کے ہمیں دکھ پہنچایا ہے کہ جو (اپنے وقت کے) سب انسانوں سے بہتر تھا۔

لفظ صیام کے لغوی معنی درحقیقت کسی کام سے رک جانے اور باز رہنے کے ہیں، روزے رکھنے کے عمل کو بھی صیام اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں انسان اپنے آپ کو وقتِ مقررہ تک کھانے پینے سے باز رکھتا ہے، لہٰذا صیام کا ایک مطلب یہ بھی ہوا کہ انسان اپنے آپ کو برائی سے روکے رکھے کیونکہ صیام کی اصل امساک (روکنا) ہے۔

حضرت سید علی الہجویری گنج بخشؒ امساک کے معنی تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں اپنے آپ کو خلافِ شریعت کاموں سے روکنا اور باز رکھنا مثلاً روزے کے دوران میں پیٹ کو کھانے پینے سے محفوظ رکھنا آنکھوں کو ہر ناجائز نظارے سے، کانوں کو غیبت، جھوٹی اور لغو باتیں سننے سے، زبان کو غیبت کرنے اور چغلی کھانے اور فحش باتوں سے باز رکھنا مختصر یہ کہ تمام جسم کو خلافِ شرع افعال

سے روکے رکھنا چاہیئے۔ (کشف المحجوب)

قرآن پاک میں روزے رکھنے کا مقصد تقویٰ کی تربیّت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن (تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ) کے الفاظ سے ظاہر ہے اور واقعی روزے کی حالت میں یہ تصوّر صحیح معنوں میں پرہیزگاری کا باعث بنتا ہے کہ جب اس میں حلال چیزیں مثلاً کھانا پینا اور اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کچھ وقت کے لیے حرام کردی گئی ہیں اور اُن سے پرہیز ضروری ہوگیا ہے تو جو چیزیں ویسے ہی حرام ہیں ان سے بچنا تو لامحالہ اور بھی زیادہ ضروری ہوگا۔ اس لحاظ سے ماہِ صیام کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ ہم اس ماہ میں پورے آداب کے ساتھ روزے رکھیں اور ہر طرح کی برائیوں سے اپنے کو باز رکھیں۔ اور ایسا کرنا دوسرے مہینوں کے مقابلے میں نسبتاً آسان بھی ہوتا ہے کیونکہ فرمانِ رسالتؐ کے مطابق اس میں سرکش شیطان مقید ہوتے ہیں اور ان کے گمراہ کرنے کا اندیشہ یا بہانہ نہیں ہوسکتا۔ اگر اس کے باوجود ہم اپنے آپ کو برائیوں سے نہیں روکتے تو بہت برا کرتے ہیں اور اگر اس میں نیک کام نہیں کرتے تو پھر ہم بڑے ہی بدنصیب ہیں۔

## ۲۔ شہرُ الصّبر (صبر کا مہینہ)

رمضان المبارک کو حدیث شریف میں شہرالصبر یعنی صبر کا مہینہ کہا گیا ہے۔ جس پر حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت کی ہوئی ایک طویل حدیث کا یہ ٹکڑا شاہد ہے جس میں آنحضرتؐ نے رمضان کے بارے میں فرمایا۔

ھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ :- وہ شہر الصبر (صبر کا مہینہ) ہے اور صبر کا ثواب تو بہشت ہی ہے۔

اس کے علاوہ رسول پاکؐ نے ابو مجلیبہ باہلی کے والد بزرگوار کو پورے ماہ رمضان اور دوم شوال کا روزہ رکھنے کے لیے کہا تو فرمایا۔

صم شہر الصبر و یوماً بعدہ (ابن ماجہ شریف)

ترجمہ :- شہر (رمضان) کے روزے اور ایک دن (عید کے) بعد کا روزہ رکھو۔

مفتی محمدؒ عبدہ مصریؒ صبر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تمام نیکیوں میں صبر سب سے بڑی اور بنیادی نیکی ہے گویا تمام نیکیوں کی ماں ہے اور کوئی نیکی ایسی نہیں جس میں اس کی ضرورت نہ ہو۔ قرآن پاک میں اس کا ذکر ستر مرتبہ آیا ہے اور اتنا ذکر کسی اور نیکی کا نہیں آیا، صبر سے مراد ثبات و استقلال اور برداشت کی وہ قوت ہے کہ جس کی وجہ سے انسان ان تمام تکلیفوں کو بے حقیقت سمجھتا ہے جو اسے صداقت کی حمایت اور نیکی کی اعانت میں پیش آتی ہیں۔ (الحرکیک تجدد مصر میں)۔

ماہ رمضان شہر الصبر ہے تو اس کے حقوق اور تقاضوں میں صبر کرنے کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیئے۔ لہٰذا اس مہینے میں ہمیں روزے میں بھوک پیاس کی شدت اور تراویح میں قیام کی تکلیف پر صبر کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر کوئی مخالف گالی گلوچ پر اتر آئے اور جھگڑا کرنے لگے تو بھی صبر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ یہ جسمانی اور روحانی ریاضت کا مہینہ ہے، صبر ہی اس ماہ میں مطلوب ہے اور صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعود غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ اللہ

تعالےٰ پورے ماہِ رمضان میں فرماتا رہتا ہے اے میرے بندو اور کنیزو! تم کو بشارت ہو، صبر کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ، قریب ہے کہ تمہاری تکلیف اور دکھ درد کو دور کر دوں اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کر دوں ۔ (غنیۃ الطالبین)

جو لوگ اس صبر کے مہینے میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی روزہ نہیں رکھتے یا روزہ رکھ کر غیبت اور بدگوئی کرتے پھرتے ہیں یا روزہ رکھ کر توڑ دیتے ہیں تو انہیں قدرت کی طرف سے معاف نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی پوری پوری سزا ملتی ہے، اور وہ یہ کہ روزہ نہ رکھنے والوں کے لیے کھانے پینے میں سے برکت اٹھا لی جاتی ہے، وہ کھاتے پیتے ہیں مگر بھوک اور پیاس کم نہیں ہوتی، اسی طرح غیبت کرنے والوں کو روزے کی تکلیف زیادہ محسوس ہوتی ہے اور روزہ توڑ دینے والے کو ایک کے بدلے میں لگاتار ساٹھ روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ جبکہ صبر کرنے والوں کے لیے اس مہینہ میں خدا کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، پورے آداب کے ساتھ روزے رکھنے والا روزہ دار سارا دن بلے کھائے پیئے گزار دیتا ہے، لیکن پریشان نہیں ہوتا حالانکہ روزے کے بغیر انسان کافی مقدار میں کھانا چٹ کر جاتا ہے اور کافی پانی پی جاتا ہے

صبر روزے کا دوسرا نام ہے اور صبر کرنے والوں کو بے شمار اجر دیا جاتا ہے قرآن پاک کی آیت میں ہے ۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۳۹/۱۰

ترجمہ :۔ بے شک صبر کرنے والوں ہی کو بے شمار اجر دیا جاتا ہے ۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ اس آیت کی تفسیر بزرگوں

کے قول کا حوالہ دے کر تحریر کرتے ہیں کہ یہاں صابروں سے مراد روزہ دار ہیں کیونکہ صبر روزے کا دوسرا نام ہے۔ لہٰذا روزہ داروں کو بے حساب ثواب ملے گا (عوارف المعارف)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے بھی اپنی کتابوں احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت میں اس آیت کا مصداق روزے داروں کو ٹھہرایا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ مہینہ صبر کا ہے۔ اس میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔ اگر ہم صبر کی ہمت دکھائیں گے۔ تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہمیں مزید صبر کی توفیق ارزانی ہو گی، اور کامیابی اور کامرانی آگے بڑھ کر ہمارے قدم چومے گی۔

قرونِ اُولیٰ کے مسلمان صبر کے ہر پیمانے پر پورے اُترتے تھے لہٰذا وُہ کامیاب وکامران تھے۔ میدانِ جہاد میں ثابت قدمی اور فتح کے موقع پر حد سے تجاوز نہ کرنا اور عفو اور تحمل سے کام لینا بھی صبر کے مختلف پہلوؤں میں سے ہے ۔ صبر کے مہینہ یعنی رمضان المبارک میں مسلمانوں کو دونوں طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ثابت قدمی کی آزمائش بدر کے میدان میں ہوئی اور عفو و تحمل کی آزمائش فتح مکہ کے روز ۱۹ رمضان سنہ ۸ھ کو پیش آئی مگر تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان ہر دو آزمائشوں میں پورے اترے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

## ۳۔ شہر المواساۃ (ہمدردی کا مہینہ)

رمضان کو شہر المواسات بھی کہا جاتا ہے، اور شہر المواسات

سے مراد غم خواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے. یہ نام ایک حدیثِ رسولؐ سے ماخوذ ہے اور وہ حسب ذیل ہے

شهر المواساة وشهر يزداد فيه رزق المومن من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبة من النار وكان له مثل اجره من غيران ينقص من اجره شئ قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما نفطر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطى الله هذا الثواب من فطر صائماً على مذقة لبن او تمرة او شربة من ماءٍ ومن اشبع صائما سقاه الله من حوض شربة لا يظماء حتى يدخل الجنة (مشكوٰة شریف)

ترجمہ : رسول پاکؐ نے فرمایا رمضان شہر مواسات یعنی باہم ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے، جو شخص اس میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور آتشِ جہنم سے اس کی گلو خلاصی ہو جاتی ہے جبکہ روزے دار کو روزے کا برابر ثواب ملتا ہے. اور اس کے ثواب میں قطعاً کوئی کمی واقع نہیں ہوتی. صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کی تو یہ استطاعت نہیں کہ وہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکے. اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے دیتا

ہے جو دودھ کے ایک گھونٹ پر یا کھجور کے ایک دانہ پر یا ایک گھونٹ بھر پانی پلا کر ہی کسی کو روزہ افطار کرا دے۔ اور جو شخص روزہ دار کو سیر کر کے کھلائے پلائے تو اسے تو اللہ تعالے حوضِ کوثر سے (ایسا آب کوثر) پلائیں گے کہ پھر اسے کبھی تشنگی محسوس نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں رزق میں برکت ہوتی ہے اور اس رزق سے افطار کرانے میں بڑا ثواب ہے اور یہ ہمدردی کا ایک قابلِ تعریف عملی اظہار ہے۔ افطار کی طرح ہمیں سحری کے وقت بھی غریبوں اور مسکینوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ روزہ رکھنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ہم میں بھوکے پیاسے لوگوں کے لیے ہمدردی کا احساس پیدا ہو جائے اور ہم عملی طور پر ان کی مدد کر کے خدا کے دیئے ہوئے رزق کا عملی شکر ادا کر سکیں۔ اس مہینے میں روزے رکھے جاتے ہیں اور جب امراء اور دولت مند لوگ روزے رکھتے ہیں تو انہیں بھوک پیاس کی شدّت کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے دلوں میں بھوکے پیاسے انسانوں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مہینہ غم خواری اور ہمدردی کے پاکیزہ جذبات کو پروان چڑھانے کا موجب ہے۔

علامہ طیبی شہر المواسات کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ماہ مبارک کو اس نام سے موسوم کرنے میں اس امر کی ترغیب ہے کہ تمام انسانوں بالخصوص فقراء مساکین اور پڑوسیوں کے ساتھ جود و سخا اور عطا و احسان کا سلوک کیا جائے۔

احادیث نبوی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ خود رمضان المبارک میں بہت زیادہ ہمدردی اور فیاضی سے کام لیتے تھے جیسا کہ یہ حدیث ہے۔

عن ابنِ عباسؓ کان یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس واجود مایکون فی رمضان۔

(سنن نسائی۔ صحیح بخاری)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ رسولؐ پاک (عام حالات میں بھی) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے مگر ماہِ رمضان میں توآپؐ بہت ہی زیادہ سخی اور فیاض ہوجایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی کی ایک اور روایت یہ بتاتی ہے کہ جب رمضان کا غم خواری کرنے والا مہینہ آتا تو آنحضرتؐ جنگی قیدیوں کو رہائی عطا فرمادیا کرتے تھے اور بہت زیادہ خیرات کیا کرتے تھے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذادخل شهر رمضان اطلق کلّ اسیرٍ و اعطی کل سَائِلٍ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب ماہ رمضان آتا تو آنحضرت ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سوال کرنے والے کو (کچھ نہ کچھ یا جو کچھ وہ مانگتا) عطا فرمادیا کرتے تھے۔

اتباعِ سنّت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم بھی اس مہینے میں خاص طور پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ خدمتِ خلق میں حصہ لیں۔ اور محتاجوں اور ناداروں کی مدد کریں۔ روزے رکھوائیں اور افطار کرائیں۔ اگر ہمارے ملازم ہوں تو ملازموں کے کام کا بوجھ کم کردیں کیونکہ وہ روزے کے باوجود کام کرتے

ہیں. اس امر کی ترغیب ہمیں مندرجہ ذیل حدیث میں دی گئی ہے۔

من خفف عن مملوکه فیه غفر الله له واعتقه مِنَ النَّارِ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ :- جو شخص اپنے ماتحت ملازم کے کام میں اس مہینے میں تخفیف کر دے گا۔ تو اللہ تعالےٰ اُسے بخش دیں گے اور اُسے دوزخ سے آزاد کر دیں گے۔

غرضیکہ شہر المواسات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمدردی اور غم گساری ہمارا شیوہ ہو جانا چاہیئے اور یہ چیز عبادت میں داخل ہے صحابہ کرامؓ اس نکتے سے بخوبی واقف تھے چنانچہ وہ بزرگ غم خواری کے مہینہ کے تقاضوں کو بڑے حسن کارانہ انداز میں پورا کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ آپ رمضان المبارک کے عشرہ آخرہ میں اعتکاف میں بیٹھے تھے کہ ایک مقروض شخص آیا اور قرض خواہ کے تقاضے اور اپنی مجبوری کا حالِ زار کہہ سنایا، حضرت ابن عباس فوراً اُٹھے اور قرض خواہ کے پاس جا کر مہلت دے دینے کی سفارش کی۔

اسلامی عبادات مثلاً روزہ، زکوٰۃ کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ ان میں ہمدردی کے پاکیزہ جذبہ کو جگہ دی گئی ہے اور وہ عبادات از خود ہمدردی کے جذبات کو پیدا کرنے اور پروان چڑھانے کا ذریعہ بھی ہیں۔ منشائے قدرت بھی یہی ہے کہ انسان ایک دوسرے سے ہمدردی اور غم خواری کے ساتھ پیش آئے۔

بقول شاعر ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

## ۴۔ شہر القربۃ (قربِ الٰہی کا مہینہ)

رمضان المبارک کو شہر القربۃ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، اور اس کے معنی خدا سے قرب والے مہینے کے ہیں، اس مہینے کو جو قرب الٰہی حاصل ہے وہ کسی اور مہینے کو میسر نہیں۔ اس قرب کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس مہینے کو خدا کا قرب حاصل ہے، دوسرے اس مہینے میں لوگ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں. حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحؒ نے رمضان المبارک کو دوسرے ناموں کے ساتھ شہر القربۃ کے نام سے بھی پکارا ہے. اس مہینے میں رحمت کے دروازے کھلتے ہیں، رحمت کے فرشتے اترتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں، یہی مہینہ ہے کہ جس میں برکتیں سب سے زیادہ نازل ہوتی ہیں اور ان گنت کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے.

مشہور بزرگ حضرت ذوالنون مصری رحؒ فرماتے ہیں. رجبٌ لترك الأفات وشعبان لاستعمال الطاعات ورمضان لانتظار الكرامات فمن لم يترك الأفات ولم يستعمل الطاعات ولم ينتظر الكرامات فهو من اهل الترهات (غنية الطالبين)

ترجمہ :- رجب ترک آفات کے لیے ہے، شعبان عبادات کرنے، اور رمضان کرامتوں کی راہ دیکھنے کے واسطے ہے. پس جو شخص آفتوں کو ترک نہ کرے بندگی اور طاعت نہ کرے. اور کرامتوں کا متوقع نہ رہے تو بس وہ بے ہودہ لوگوں

میں سے ہے۔

ماہِ رمضان ہی وہ مہینہ ہے کہ جس میں الہامی کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں، اور خاص کر اللہ تعالیٰ کا پیغامِ آخریں ——— قرآن مبین نازل ہوا ہے اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس مہینے کو خدا سے خصوصی تقرب حاصل ہے اس مہینے میں خدا کا قرب حاصل کرنے کے ذرائع اور وسائل بافراط مہیّا کر دیئے گئے ہیں اور ایسا پاکیزہ ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ جس میں نیکی کرنا آسان ہوتا ہے، بلکہ نیکیوں سے رغبت ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ لوگ بھی اس ماہ میں تراویح تک کی شکل عبادت خوش دلی سے انجام دیتے دکھائی دیتے ہیں جو دوسرے مہینوں میں نمازِ فریضہ بھی ادا نہیں کر پاتے اس مبارک مہینے میں وہ عبادتیں سر انجام دی جاتی ہیں کہ جو بندے کو خدا کا قرب بخشتی ہیں مثلاً روزہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے" الصوم لی وانا اجزی بہ" یعنی روزہ خاص میرے لئے ہے اور خود میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ مزید برآں انا اجزی بہ کے یہ معنی بھی بیان کئے گئے" کہ میں خود ہی اسکی جزا ہوں۔ اس حدیث قدسی میں خداوند تعالیٰ اور روزے دار کے درمیان جس قرب کی نشاندہی کی گئی ہے اس کا صحیح اندازہ تو وہی بزرگ کر سکتے ہیں کہ جو روحانیت سے بہرہ ور ہیں۔

ایک اور حدیث میں روزہ افطار کرنے والے کے لئے لقاء رب کا وعدہ بھی کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی نعمت ہو اور یہی سالکین اور عارفین کی منتہائے مقصود ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں یقیناً ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اس شہر القربۃ میں وہی کام کریں کہ جن سے ہمیں خدا کا قرب حاصل ہو۔

مبارک ہیں وہ لوگ کہ جو خدا کا قرب ڈھونڈنے میں کوشاں رہتے ہیں۔

## ۵۔ شہر اللہ (خدا کا مہینہ)

ماہِ رمضان کو شہر اللہ یعنی خدا کے مہینے سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ اور یہ نام حضرت امام جعفر صادق رح کی ایک روایت میں آیا اور وہ روایت ان الفاظ میں ہے،

روی جعفر الصادق عن آبائہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال شہر رمضان شہر اللہ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ: حضرت جعفر صادق رح اپنے آبائے کرام رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ؐ نے فرمایا کہ ماہ رمضان، شہر اللہ (خدا کا مہینہ) ہے۔

رمضان المبارک کی خدا سے نسبت کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ اس مہینے کی خاص عبادت روزہ ہے اور روزہ کے بارے میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے الصوم لی (روزہ میرے لیے ہے) حالانکہ کسی اور عبادت کے لیے ایسا نہیں فرمایا پس یہ خصوصیّت بھی ثابت کرتی ہے کہ روزے کو خدا سے خاص نسبت ہے اس لیے اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس مہینے کی یہ عبادت ہے اسے بھی یقیناً خدا سے خاص نسبت ہو گی۔

رمضان المبارک کا خدا سے منسوب ہونا اس کی اہمیّت اور فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور اس لحاظ سے یہ شعائر اللہ میں داخل ہے جس طرح

کہ صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ شعائر اللہ عزت و احترام کے مستحق ہیں جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت میں ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ ۲۲

ترجمہ :۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔

شہر اللہ ـــــ رمضان کی تعظیم کی نوعیت یہ ہے کہ ہم رمضان کا احترام کرتے ہوئے اس میں برائیوں سے بچیں اور بڑھ چڑھ کر نیک کام کریں۔ روزے رکھیں اور اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکیں تو علانیہ کھانے پینے سے ضرور احتراز کریں، اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کی بیحرمتی کرتا دکھائی دے تو اسے کم از کم اخلاقی دباؤ کے ذریعے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ احترام کرانے کا فریضہ خاص طور پر اسلامی مملکت اور اربابِ اقتدار پر عائد ہوتا ہے انہیں حکماً ان تمام حرکتوں کی روک تھام کرنی چاہیئے کہ جن سے اس مبارک ماہ کی عزت و احترام میں کمی واقع ہوتی ہو بلکہ ایسے اقدامات بھی کرنے چاہیئں کہ جن سے ماہِ رمضان کی شایان شان تعظیم ہو سکے۔

اگر ہم اس ماہ میں بھی نیک کام نہیں کرتے اور برائیوں سے باز نہیں آتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے سے غافل رہتے ہیں تو یہ اللہ کے خاص مہینے کی ناقدری بلکہ بے حرمتی ہوگی اور شعائر اللہ کی بے قدری اور بے حرمتی کرنے والوں کو قدرت کبھی معاف نہیں کیا کرتی

یہی سبق ہمیں عہد صالح علیہ السلام ہیں ناقۃ اللہ (اونٹنی) کے واقعہ سے ملتا ہے۔ دعا ہے کہ خدا ہمیں اس انجام بد سے محفوظ رکھے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے مقدس مہینے کا کماحقہٗ احترام کر سکیں۔ آمین۔

ایں دعا از من و ز جملہ جہاں آمین باد

## ۱۔ سَیِّدُ الشُّہُوْر (مہینوں کا سردار مہینہ)

رمضان اپنی فضیلت کی وجہ سے

سید الشہور یعنی مہینوں کا سردار مہینہ کہلاتا ہے۔ یہ نام حسب ذیل حدیث میں آیا ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ قَالَ سَیِّدُ الشُّہُوْرِ رَمَضَانَ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعید الخدری رضؓ رسول اکرم ؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سب مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے۔

ایک اور حدیث میں بھی رسول کریم ؐ کی زبان مبارک سے رمضان المبارک کو سب مہینوں پر فضیلت دیئے جانے کا ذکر ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عن عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ عن رسول اللہ صَلَّی اللہُ علیہ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ رَمَضَانَ فَفَضَّلَہٗ عَلَی الشُّہُوْرِ۔
(نسائی شریف)

ترجمہ :۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ؐ نے ماہ رمضان

کا تذکرہ فرمایا اور اسے تمام مہینوں پر فضیلت دی۔

اس مہینے کی فضیلت اور برتری میں شک بھی کیسے ہو سکتا ہے کہ جس میں ایک ایسی رات پائی جاتی ہو کہ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہو رمضان المبارک صرف خود فضیلت والا مہینہ نہیں بلکہ دوسرے کو بھی فضیلت بخشنے والا ہے چنانچہ اس نے اپنے قریب والے مہینوں کو فضیلت بخش دی ہے جیسا کہ بعض احادیث اور آثارِ صحابہؓ سے واضح ہوتا ہے۔

مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ کے نزدیک مہینوں میں سے محبوب تر مہینہ (رمضان کے بعد) شعبان کا تھا۔ ماہِ رمضان کے قریبی مہینہ ہونے کی وجہ سے (غنیۃ الطالبین)

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ سے پوچھا گیا کہ ماہ رمضان کے بعد کس مہینے کا روزہ افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا ماہ شعبان کا، ماہ رمضان کی تعظیم کی وجہ سے۔ (ترمذی ابواب الزکوٰۃ)

پس سال کے دوسرے مہینوں مثلاً رجب المرجب اور شعبان المعظم کو جو فضیلت حاصل ہے اس کا باعث بھی رمضان المبارک ہی ہے اس مہینوں کے سردار مہینے میں عبادتوں کا ثواب بھی بڑا ملتا ہے۔ یعنی اگر نفل پڑھیں تو فرض نماز کا ثواب ملتا ہے اور ایک فرض کے ادا کرنے سے ستر فرضوں کی ادائیگی کا ثواب حاصل ہوتا ہے اس لیے اس مہینے کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس میں زیادہ سے زیادہ عمل صالح سرانجام دیں اور نیک کام کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

ہمیں اس مہینے میں باقی مہینوں کی نسبت نیک کاموں میں زیادہ سرگرمی دکھانی چاہیئے تاکہ زیادہ ثواب حاصل کرسکیں کیونکہ اتنا ثواب پھر کبھی میسر نہیں آ سکے گا۔

خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ماہ رمضان کو اپنی مخلوقات کے لیے دوڑنے کا میدان مقرر فرمایا ہے کہ اس کی اطاعت کی خاطر اس کے اندر دوڑ لگائیں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور فوقیت لے جانے کی کوشش کریں۔ (احیاء علوم الدین)

## ۷۔ شہر مُبارک (برکت والا مہینہ)

ماہ رمضان کا ایک نام شہر مُبارک ہے اور اس کے معنی ہیں برکتوں والا مہینہ۔ یہ صفاتی نام متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے مثلاً سنن نسائی میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ حضور سرور کائناتؐ نے فرمایا۔ اتاکم رمضان شھرٌ مبارکٌ (تمہارے پاس ماہ رمضان آیا ہے کہ جو برکت والا مہینہ ہے)

اور مشکوٰۃ شریف میں بروایت حضرت سلمان فارسیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن فرمایا۔ قد اظلکم شھرٌ عظیمٌ شھرٌ مُبارکٌ (تمہارے قریب ایک عظمت والا مہینہ اور برکت والا مہینہ آن پہنچا ہے)

اس ماہ میں برکتیں ہی برکتیں ہیں ہم اگر انہیں شمار کرنا چاہیں تو شمار ہی نہیں کی جا سکتیں۔ یہی وہ مہینہ ہے کہ جس میں برکت والی کتاب نازل ہوئی۔

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ ۶/۹۲

ترجمہ :- (اے رسولؐ) ہم نے آپ کی طرف ایک برکت والی کتاب نازل کی ہے۔

رمضان المبارک میں ایک ایسی رات بھی ہے جسے قرآن مجید میں لیلۃ القدر (عزت والی رات) اور لیلۃ المبارکہ (برکت والی رات) کا نام دیا گیا ہے اور اس رات کی خصوصیت بھی یہی ہے کہ وہ اپنے دامن میں بے بہا برکتیں لیے ہوئے ہے۔ رمضان کے دن ہوں یا راتیں سب برکتوں سے معمور ہیں دن کے وقت روزے ہوتے ہیں اور راتوں کو قیام کی عبادت ہوتی ہے۔ وہ ساعتیں کتنی بابرکت ہیں کہ جو عبادت خدا میں بسر ہوتی ہوں۔ یہی رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے کہ جس میں خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں جس سے رحمتوں اور برکتوں کا زیادہ اور کثرت کے ساتھ نزول ہونے لگتا ہے اور ان برکتوں سے گنہگاروں کو بھی فیض پہنچ جاتا ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"مسلمان جب اس ماہ میں روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور وہ بحر انوار میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور ان کی دعائیں ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں تو اس وقت ادنیٰ لوگوں پر ان کاملین کے انوار کا پرتو پڑتا ہے اور ان کی برکات جماعت پر چھا جاتی ہیں (حجۃ اللہ البالغہ)

رمضان المبارک میں برکت کو دخل ہے چنانچہ احادیث میں سحور کے کھانے کو غداء المبارک (برکت والا صبح کا کھانا) کا نام دیا گیا ہے اور

رسول پاکؐ نے سحری کھانے میں برکت کا اعلان کیا ہے۔ یہ سحری کی برکت ہی تو ہے کہ تھوڑا سا کھانا کھا کر اور ایک آدھ گلاس پانی پی کر روزے دار سارا دن گزار دیتے ہیں حالانکہ اور دنوں میں کھانے اور پانی کی خاصی مقدار استعمال کئے بغیر چین نہیں آتا۔

اس بابرکت مہینے میں عبادات میں بھی خداوند تعالےٰ نے برکت ڈال دی ہے۔ عام نیکیوں کا ثواب عموماً دس سے سات سو گُنے تک ہوتا ہے۔ مگر اس ماہ کی عبادت ——— روزے کے بارے میں ثواب کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی بلکہ بے حساب ثواب دیئے جانے کا خدائی وعدہ موجود ہے اور یہی کیفیت دوسری عبادتوں کی ہے۔

مشکواۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ جس نے اس مہینے میں ایک معمولی سی نیکی کر دی تو اُسے دوسرے مہینوں کے فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملیگا جبکہ ایک فرض ادا کرنے والا دوسرے مہینوں میں ستر فرضوں کے ادا کرنے والے شخص کی مانند ہے۔

برکت کا ایک یہ پہلو بھی ہے کہ روزے ایک مہینے کے فرض کیے گئے ہیں لیکن اگر یہ انتیس بھی ہوں تو بھی ثواب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح ماہِ رمضان میں عمرہ کیا جائے تو وہ ثواب میں حج کے برابر ہوتا ہے اور یہ امر حدیث شریف سے ثابت ہے۔

اس مہینے میں خیر و برکت کی اس قدر فراوانی ہوتی ہے کہ اس سے پہلے والے مہینے یعنی شعبان المعظم میں بھی برکتیں پھیل گئی ہیں چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ حضور پُر نور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے شعبان کی وجہ تسمیہ

روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں.

انما سمّیَ شعبان لانہ یتشعب لرمضان فیہ خیر
کثیر (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ :۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ شعبان کا نام شعبان اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں ماہِ رمضان کے لیے بہت زیادہ خیر (نیکی، بھلائی اور برکت) بکھری ہوئی ہے۔

غرضیکہ یہ مہینہ سراپا خیر و برکت ہے اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم کس قدر اس کی برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس برکت والے مہینے کی برکتوں کا حق دار بننے کا اہل ثابت کریں۔ زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، نیک کام سرانجام دیں۔ اور دل کھول کر صدقہ و خیرات کریں۔ ورنہ یہ مہینہ لاکھ برکتوں والا سہی اگر ہم نے اس کے حقوق ادا نہ کئے تو ہمیں یاس و حرماں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس!

## ۸۔ متفرق نام

رمضان المبارک چونکہ جامع الصفات مہینہ ہے اس لیے اپنی گوناگون صفتوں اور خوبیوں کی وجہ سے اس کے نام بھی بہت زیادہ ہو گئے ہیں.

چنانچہ متذکرہ بالا صفاتی ناموں کے علاوہ بھی کئی اور نام بھی علماء

کرام نے بیان کئے ہیں۔ ان میں بعض کا اجمالی تذکرہ رجب اور شعبان کے مختلف ناموں کے ساتھ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ نے غنیۃ الطالبین میں کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

رجب شهر الحرمة شعبان شهر الخدمة رمضان شهر النعمة و رجب شهر العبادة شعبان شهر الزهادة، رمضان شهر الزّيادة و رجب شهر يضاعف الله فيه الحسنات، شعبان يكفّر فيه السّيّات، رمضان ينتظر فيه الكرامات و رجب شهر السابقين، شعبان شهر المقتصدين رمضان شهر العاصين۔

ترجمہ :۔ رجب حرمت کا مہینہ ہے، شعبان خدمت کرنے کا مہینہ ہے۔ اور رمضان نعمت حاصل کرنے کا مہینہ ہے، رجب عبادت کا، شعبان زہد اختیار کرنے اور رمضان اضافۂ ثواب کا مہینہ ہے۔ رجب ایسا مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کو دوگنا کر دیتا ہے۔ شعبان ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں برائیاں دور کر دی جاتی ہیں اور رمضان ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں کرامتوں کے ظہور کی توقع کی جاتی ہے۔ رجب سبقت لے جانے والوں کا مہینہ، شعبان میانہ روی اختیار کرنے والوں کا مہینہ، اور رمضان گنہ گاروں (کی بخشش) کا مہینہ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے اسماء مبارکہ ہیں شہر النعمۃ (نعمتوں والا مہینہ) شہر الزیادۃ (زیادہ ثواب والا مہینہ) اور شہر العاصین

(گنہ گاروں کی بخشش والا مہینہ) بھی شامل ہیں، اور یہ سب نام ماہ رمضان المبارک کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ہمیں نیک عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ خدا ہمیشہ نیک عمل کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

---

# باب ۲

# فضیلت ماہِ رمضان

## ۱۔ رمضان ہی ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس کا نام قرآن میں آیا ہے

قرآن پاک میں صرف ایک مہینے کا نام صراحت کے ساتھ آیا ہے اور وہ رمضان المبارک ہے۔ کتاب اللہ میں نام کا آنا اور تعریفی انداز میں وارد ہونا بجا طور پر بہت بڑی فضیلت ہے رمضان المبارک اپنی اس انفرادیت اور امتیاز پر جس قدر ناز کرے بجا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

قرآن مجید میں ماہ رمضان کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (۱۸۵)

ترجمہ:۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اترا (وہ قرآن کہ) جو انسانوں کیلئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ اپنے اندر روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے۔

## ۲۔ رمضان میں جنت کے دروازے کھلتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند اور شیطان مقیّد ہوتے ہیں۔

حدیث! عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا دخل شھر رمضان فُتِحَت ابواب الجنّۃ وغلقت ابواب النار وصفدت الشیٰطین (بخاری مسلم، نسائی، موطا امام مالک دارمی)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان مضبوطی سے جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

شرح:۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ظاہر معنوں پر مبنی ہو سکتی ہے اور جنت کے دروازوں کا کھلنا دوزخ کے دروازے بند ہونا اور شیطانوں کا قید کر دیا جانا اس مہینے کی آمد کی اطلاعات اور اس کی تعظیم اور حرمت کی وجہ سے ہے اور شیطانوں کا پابند ہونا اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو ایذا نہ دے سکیں اور اس سے مجازی معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں اور اس سے ثواب اور بخشش کی کثرت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے چونکہ شیطانوں کا برائی پر اکسانا اس مہینے میں کم ہو جاتا ہے، اس لیے گویا وہ قید ہو جاتے ہیں، قاضی علیہ الرحمۃ نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ جنت کے دروازے کھلنے سے مراد اللہ تعالےٰ کا اپنے بندوں پر طاعات اور عبادات کے دروازے اس ماہ میں کھول دینا ہو کہ جو کسی اور مہینے میں عام طور پر واقع نہیں ہو سکتیں یعنی روزے رکھنا، قیام یعنی نماز تراویح اس کے لیے دروازوں کے قائمقام ہیں۔ (نووی شرح مسلم)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کہتے ہیں کہ جنت کے دروازوں کے کھلنے سے نیکیوں کی توفیق کی طرف کنایہ ہے کہ جو بہشت میں داخل ہونے کا باعث ہیں اسی طرح آسمان کے دروازوں کا کھلنا جو ایک روایت میں ہے، سے کثرت

کے ساتھ متواتر رحمتوں کے نازل ہونے کی طرف کنایہ ہے اور اُس "پر فُتِحَتْ اَبوابُ الرَّحْمَةِ" کے الفاظ تائید کرتے ہیں. جہنم کے دروازوں کے بند ہونے سے اشارہ ہے، روزہ داروں کے شہوات کے قلع قمع کے بعد معصیت کے اسباب سے خلاصی کی طرف.

بلاشبہ ان سب چیزوں کے بیان کرنے کا مقصد رمضان المبارک کے شرف اور بزرگی کو واضح کرنا ہے اور اس ماہ کو باقی تمام مہینوں پر فضیلت دینا ہے، اور اس میں رحمتوں کے نازل ہونے اور توفیقاتِ الٰہی کا اس مہینے میں شاملِ حال ہونے کا اعلان کرنا ہے. (لمعات التنقیح)

اگر شیاطین کے قید کر دیئے جانے کے ظاہر معنیٰ مراد لیے جائیں۔ تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیاطین کے مقیّد ہو جانے کے بعد لوگ پھر کیسے گناہ کرتے رہتے ہیں، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جو لوگ ہمیشہ بُرے کام کرتے رہتے ہیں،

تو اس سے ان کا نفسِ امّارہ طاقتور ہو جاتا ہے، اور وہ خود شیطان کے قائم مقام ہو جاتا ہے جب ماہِ رمضان میں ناری شیطان مقید ہوتے ہیں، تو یہ خاکی شیطان برائی پر اکساتا رہتا ہے اس کے دو اور جواب صاحب شرح زہر الربی علامہ قرطبی کا قول نقل کر کے دیتے ہیں کہ ایک تو سب شیطان قید نہیں کئے جاتے بلکہ صرف سرکش شیطان قید کر دیے جاتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں مردة الشیاطین کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ شیطان صرف ان روزہ داروں کے لیے مقیّد ہوتے ہیں کہ جو پوری شرائط کے ساتھ

روزے رکھتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ رمضان میں بہشت کے دروازوں کا کھلنا، دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا اور شیطانوں کا قید ہونا صرف مسلمانوں کی خاطر ہے کیونکہ کافر تو اس مہینے میں اور زیادہ اندھے اور گمراہ ہو جاتے ہیں، لیکن مسلمان جب روزے رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور جو اُن میں سے کامل ہیں وہ بحرِ انوار میں غوطہ زن ہوتے ہیں تو ان کی دعائیں ان کو چاروں طرف سے احاطہ کر لیتی ہیں اور ان کے انوار کا پرتو ادنیٰ لوگوں پر بھی پڑتا ہے اور ان کی برکات تمام جماعتِ مسلمین پر چھا جاتی ہیں اور ہر شخص حسب استعداد عبادات سے زیادہ قریب اور معاصی سے بعید ہوتا ہے تو اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ ان پر جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، کیونکہ جنت کی اصل خدا تعالےٰ کی رحمت ہے اور دوزخ کی اصل خدا تعالےٰ کی لعنت ہے اور اس بات کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ شیطان اس شخص پر اثر کرتا ہے جو اس کے اثر کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہو اور یہ استعداد بہیمیّت کے غلبے سے پیدا ہوتی ہے اور وہ ماہِ رمضان میں روزوں کی وجہ سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

## ۳۔ رمضان کی ہر رات، لوگ دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں۔

حدیث:۔ عن ابی ھریرۃ رضؓ عن رسول اللہ قال اذا کانت اول لیلۃ من رمضان صفدت الشیاطین

ومردة الجن وغلقت ابواب النار فلم يفتح منها
باب وفتحت ابواب الجنة فلم يغلق منها بابٌ ونادیٰ
منادٍ یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر وللہ عتقاءُ
من النار وذالك فی كل لیلة۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اس باب میں حضرت عتبہ بن فرقدؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت
سلمان فارسیؓ سے بھی روایت ہے۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ حضور نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے
فرمایا کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جن قید کر
دیے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ کوئی دروازہ
کھلا نہیں رہتا بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ کوئی دروازہ
بند نہیں رہتا، اور ندا کرنے والا پکار کر کہتا ہے اے نیکی اور ثواب کے طالب!
آگے بڑھ (اور نیکیاں کر) اور اے برائی اور معصیت کے طلب گار! رک جا (برائیوں
سے) اور اللہ تعالےٰ کی خاطر کتنے ہی دوزخ سے آزاد ہونے والے ہوتے ہیں۔
اور ایسا ہی ماہ رمضان کی ہر رات ہوتا رہتا ہے۔

شرح :- مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اَقصر سے مراد یہ ہے کہ گناہوں
سے رک جاؤ اور خدا کی طرف رجوع کرو کیونکہ یہ قبولِ توبہ کا وقت ہے اور
بخشش کا زمانہ ہے۔ شاید انہی دو پکاروں کا نتیجہ ہے کہ اطاعت شعار
اور زیادہ اطاعت کرتے ہیں جبکہ گناہ گار بھی گناہوں سے باز رہتے ہیں۔
اور توبہ تائب ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ ماہ رمضان میں اکثر

مسلمان حتیٰ کہ بچے بھی روزے رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ روزہ نماز سے مشکل کام ہے، اس سے بدن میں کسی قدر کمزوری بھی لاحق ہوسکتی ہے مگر بچے اس کی پروا نہیں کرتے۔ کمزوری کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہونا بھی ممکن ہے، لیکن اس کے باوجود رات کو مسجدیں آباد نظر آتی ہیں۔ اور لوگ ذوق شوق کے ساتھ عبادت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

## ۴۔ قیام رمضان گناہوں سے پاک کردیتا ہے

حدیث:- النضر بن شیبان انه لقی ابا سلمة بن عبد الرحمٰن فقال له حدثنی یا فضل شیءٍ سمعتَهُ یذکرنی شهر رمضان فقال ابو سلمة حدثنی عبد الرحمٰن بن عوفؓ عن رسول الله انه ذکر رمضان ففضّله علی الشهور وقال من قام رمضان ایماناً واحتساباً خرج من ذنوبه کیوم ولدته اُمُّه۔ (نسائی۔ ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ نصر بن شیبان کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے ملے اور ان سے کہا کہ کسی بڑی فضیلت والی چیز کے متعلق کوئی حدیث سنی ہو تو بیان کرو کہ جس کا تذکرہ ماہِ رمضان کے بارے میں ہوا ہو۔ اس پر حضرت ابو سلمہ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے رسول اللہؐ کی یہ حدیث بیان کی۔ بے شک رسول اللہؐ نے رمضان کا تذکرہ کیا اور اسے تمام مہینوں پر فضیلت دی اور پھر فرمایا کہ جس نے

ماہ رمضان میں ایمان و احتساب کی حالت میں قیام کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا کہ جس طرح اس روز تھا جس روز اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

شرح: ایمان کی حالت سے مراد یہ ہے کہ قیامِ رمضان (نماز تراویح) وغیرہ اس نیت سے کیا جائے کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طاعت ہے اور اس کی اطاعت کسی مصلحت کی محتاج نہیں ہے۔ اسی طرح احتساب سے مراد یہ ہے کہ قیام پورے خلوص کے ساتھ ہو۔ ثواب اور رضائے الٰہی کے لیے ہو۔ ریاکاری اور لوگوں کے دکھاوے کے لیے نہ ہو۔ اور نہ لوگوں سے ڈرنے اور شرمانے کی وجہ سے ہو۔

## ۵۔ رمضان المبارک عید کا مہینہ ہے

حدیث: عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شہرا عیدٍ لا ینقصان رمضان و ذوالحجۃ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عید کے دو مہینے ہیں کہ جو کم نہیں ہوتے۔ ایک رمضان ہے اور دوسرا ذوالحجہ۔

شرح: اس حدیث میں رمضان کو بھی ذوالحجہ کی طرح عید کا مہینہ کہا گیا ہے۔ ذوالحجہ کا ماہِ عید ہونا ظاہر ہے لیکن رمضان کا عید کا مہینہ ہونا وضاحت طلب ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی اس کی توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان کو اسوجہ سے ماہِ عید فرمایا گیا ہے کہ یہ فرحت کا مہینہ ہے کہ ہر روز افطار کے وقت اس میں فرحت ہوتی ہے یا یہ وجہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس معنی میں تم اسے عید کا مقابل سمجھتے ہو یعنی یہ کہ امساک عن الغذا (غذا سے رُکے رہنا) سو اس معنی کے اعتبار سے بھی یہ عید ہی کا مہینہ ہے یعنی اس میں روحانی غذائیں ملتی ہیں۔ بلکہ جو حقیقی غذائیں اس ماہ میں ملتی ہیں وہ عید میں بھی میسر نہیں آتیں۔ بقول شاعر ؎

وذکرك للمشتاق خیر شرابٍ
وکل شرابٍ دونه کسرابٍ

ترجمہ: اے محبوب تیرا ذکر ہی عاشقوں کے لیے اچھی غذا ہے اور تیری یاد کے سوا جو بھی غذا ہے وہ دھوکے سوا کچھ نہیں۔

واقعی رمضان کا مہینہ، عید کا مہینہ ہے کہ جس وقت تم نہیں کھاتے، وہ کھلاتے ہیں۔ اس مبارک مہینے میں کھانا اور نہ کھانا دونوں جمع ہو رہے ہیں۔

گو وہ غذائے روحانی فی نفسہٖ اس غذائے جسمانی سے مستغنی کرنے والی ہے مگر یہ بھی خداوند کریم کی رحمت ہے کہ اس دنیاوی غذا کی بھی ہم کو خواہش رہتی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہوتی ہیں۔

ایک افطار کے وقت کہ جی خوش ہوتا ہے کہ ٹھنڈا پانی پینے کو ملا، روٹیاں کھانے کو ملیں، اور دوسرا خدا سے لقا نصیب ہو گا۔ اگر اس دنیاوی غذا کی خواہش نہ ہوتی تو یہ دو فرحتیں کیونکر جمع ہوتیں (ہفت اختر)

جہاں تک ان مہینوں کے کم نہ ہونے کا تعلق ہے۔ تو بعض نے ظاہر معنی مراد لیے ہیں کہ دونوں ایک ساتھ ایک سال میں عموماً کم نہیں ہوتے یعنی دونوں انتیس ۲۹ کے نہیں ہوتے بلکہ اگر ایک انتیس کا ہوگا تو دوسرا ضرور تیس کا ہو گا۔ امام احمد بن حنبل رح کا یہی موقف ہے۔ دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ ماہ ذوالحجہ کا ثواب ماہِ رمضان سے کم نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس میں مناسک حج رکھے گئے ہیں۔ مگر اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ ان مہینوں کے کم نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ گو ان مہینوں کے دن کم بھی ہوں تو بھی ثواب پورا ملتا ہے۔ یعنی خواہ یہ مہینے انتیس انتیس کے ہوں، ثواب پورا ملے گا۔ اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ یہی قول سب سے صحیح سمجھا جاتا ہے۔ امام اسحاق اسی قول کی پُر زور تائید کرتے ہیں:

## ۷- ماہِ رمضان کی خاطر بہشت سجایا جاتا ہے

حدیث: عن ابن عمر رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الجنۃ تزخرف لرمضان من الحول الی حولٍ قابلٍ قال فاذا کان اول یوم من رمضان ھبّت ریح تحت العرش من ورق الجنۃ علی حور العین فیقلن یارب اجعل لنا من عبادک ازواجاً تقر بہم اعیننا وتقرّ اعینہم بنا (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت کو سال کی ابتدا سے اگلے سال تک رمضان المبارک کی خاطر سجایا جاتا ہے۔ جب ماہِ رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے باغِ بہشت کے پتوں سے حورانِ خلد پر ہوا چلتی ہے تو وہ دعائیں مانگتی ہیں کہ "اے ہمارے پالنے والے! ہمارے لیے اپنے بندوں میں سے جوڑا در خاوند بنا دیجیے کہ جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو اور ان کی آنکھوں کو ہماری وجہ سے ٹھنڈک میسّر ہو۔

## ۷۔ رمضان میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

حدیث: عن انسؓ بن مالك قال دخل رمضان فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان هٰذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من الف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم خيرها الا محروم۔ (ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ (ایک بار) ماہِ رمضان آیا تو رسول پاکؐ نے فرمایا: بیشک یہ مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس میں محروم رہا تو وہ (یوں سمجھیے) ہر قسم کی نیکی اور بھلائی سے محروم رہا اور اس رات کی بھلائی سے حرماں نصیب کے سوا کوئی محروم نہیں رہتا۔

## ۸۔ لیلۃ القدر کا تعارف اور فضیلت

رمضان المبارک میں لیلۃ القدر (شب قدر)

بڑی فضیلت والی رات ہے۔ اور یہ وہ رات ہے کہ جو کتاب اللہ کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس فضیلت والی رات کی وجہ سے رمضان المبارک کی فضیلت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ لیلۃ القدر کا دوسرا نام قرآن پاک میں لیلۃ المبارکہ آیا ہے۔

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ میں حسب ذیل اقوال بیان کیے گئے ہیں :-

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اسے لیلۃ القدر اس لیے کہا گیا ہے کہ اس رات میں سال بھر کے آنے والے امور عالم بالا میں مقدّر اور معین کیے جاتے ہیں۔

۲۔ امام زہریؒ کے قول کے مطابق اس کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں نیک بندوں کی خداوند تعالیٰ اور عالم بالا کے رہنے والوں کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔

۳۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت ابوبکر وراقؒ اس کی توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اسے لیلۃ القدر اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں قابلِ قدر کتاب، قابلِ قدر امت کے لیے اور صاحبِ قدر رسولؐ کی معرفت نازل ہوئی ہے۔ اسی لیے لیلۃ القدر کا لفظ بھی سورت القدر میں تین بار آیا ہے ؛ جیسے : اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۝ شب قدر میں عبادت کرنے کا بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے شب قدر میں

ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کے لیے قیام کیا تو اس کے سارے گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ یہ رات ماہِ رمضان میں آتی ہے لیکن اسے اس غرض کے لیے بتایا نہیں گیا کہ کہیں لوگ صرف اسی رات عبادت کر کے مطمئن ہو کر نہ بیٹھ جائیں کہ کافی ثواب مل گیا اب اور نیک کام نہ بھی کریں۔ تو کوئی پروا نہیں بلکہ بہتر یہ سمجھا گیا کہ یہ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور وہ رمضان کی ان راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرتے رہیں۔ البتہ رسول پاکؐ نے کسی قدر نشاندہی ضرور فرما دی ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث شریف ہے:

عن ابی سعید خدریؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فالتمسوھا فی العشر الاواخر والتمسوھا فی کل وترٍ (سنن ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اسے ہر طاق رات میں تلاش کیا کرو۔

شبِ قدر کی تلاش اور جستجو کی خاطر رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا جاتا ہے اور طاق راتوں سے مراد ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ رمضان المبارک کی راتیں ہیں۔ طاق عدد بڑا بابرکت سمجھا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں:

طاق عدد ایک ایسا بابرکت عدد ہے کہ جب تک یہ کفایت کرتا رہے گا ہم اس کو ترک نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ طاق عدد بہ نسبت جفت کے وحدت کے قریب تر ہے۔ اور ہر موجود شے کا اپنے مبدا سے قریب ہونا جدا گانہ

کے قریب ہونے کی طرف رجوع کرنا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ تمام مبداؤں کا مبداء ہے۔

## ۹۔ رمضان المبارک سراپا خیر و برکت ہے

رمضان المبارک کی فضیلت میں حضرت سلمان فارسیؓ سے ایک طویل روایت کتبِ احادیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ رسول پاکؐ نے ہمیں ماہِ شعبان کے آخری روز ایک خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! ایک پُرعظمت اور برکت والا مہینہ تمہارے قریب آن پہنچا ہے۔ وہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے کہ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے اور رات کے قیام (تراویح) کو عبادتِ مزید بنایا ہے۔ پس جو شخص اس میں ایک نفل نیکی سرانجام دے گا تو وہ اس شخص کی مانند ہے کہ جو دوسرے مہینوں میں ایک فرض ادا کرتا ہے، اور جو اس میں ایک فرض ادا کرتا ہے تو وہ اس آدمی کی طرح ہے کہ جو دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرے۔

وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب بہشت ہے۔ وہ غمخواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے اور ایک ایسا ماہِ مبارک ہے کہ جس میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے۔ پس جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ کھلواتا ہے تو اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور وہ عذابِ جہنم سے چھٹکارا پا جاتا ہے۔ مزید براں اسے روزہ دار کے

برابر ثواب ملتا ہے جبکہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جاتی حضرت سلمان رضؓ کا بیان ہے کہ ہم (صحابہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب کے پاس اتنا کچھ تو ہے نہیں کہ ہم روزے افطار کرا سکیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے دیتا ہے جو کسی روزے دار کا روزہ دودھ کے چند گھونٹ، ایک آدھ کھجور یا محض پانی پلا کر کھلا دے اور جو شخص روزہ دار کو سیر کر کے کھلائے پلائے تو اسے اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر سے ایسا آبِ کوثر پلائیں گے کہ پھر پیاس نہ لگے گی یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائیگا۔

وہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت اور بخشش ہے اور آخری حصہ آتشِ جہنم سے آزادی ہے۔ جو شخص اس میں اپنے مملوک (غلام یا ملازم) کے کام کو ہلکا کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کر دیں گے اور اسے آتشِ جہنم سے آزاد کر دیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

## ۱۰۔ ماہِ رمضان کی فضیلت کی مثال

حضرت غوثِ اعظم رحؒ فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ ماہِ رمضان کی مثال دوسرے مہینوں میں اس طرح ہے کہ جس طرح سینے میں دل ہوتا ہے یا انسانوں میں پیغمبر اور شہروں میں حرمِ پاک ہے جس طرح حرمِ محترم اپنے سے دجّال لعین کو دور رکھتا ہے اسی طرح ماہِ رمضان اپنے سے سرکش شیطانوں کو دور رکھتا ہے اور وہ قید ہو جاتے ہیں جسطرح انبیاکرام گنہگاروں کی شفاعت کرتے ہیں اسیطرح ماہِ رمضان روزہ داروں کی شفاعت کرنیوالا ہے اور جسطرح دل نورِ معرفت اور ایمان سے مزیّن ہوتا ہے اسی طرح ماہِ رمضان تلاوتِ قرآن کے نور سے منوّر و مزیّن ہوتا ہے۔ پس جس شخص کی ماہِ رمضان میں بھی بخشش نہ ہوئی تو پھر اور کون سے مہینے میں اس کی مغفرت ہو گی؟ (غنیۃ الطالبین)

# باب ۳

# رمضان المبارک کی تاریخی اہمیت

## ۱۔ نزول قرآن حکیم

حضور سرورِ کائنات کا پینتیس سال کی عمر کے بعد چند سالوں سے یہ معمول ہو چکا تھا کہ آپؐ رمضان المبارک کا مہینہ غارِ حرا میں اعتکاف اور عبادت میں گزارتے تھے۔ غارِ حرا مکہ مکرمہ کے شمال مشرق میں تین میل کے فاصلہ پر جبلِ نور میں واقع ہے۔ اس پہاڑ کا نام قدیم صحیفوں اور عبرانی زبان میں فاران آیا ہے۔ یہ غار چار گز لمبی اور پونے دو گز چوڑی ہے۔ اس میں آدمی کھڑا ہو کر بآسانی عبادت کر سکتا ہے اور پاؤں پھیلا کر لیٹ بھی سکتا ہے۔ حسنِ اتفاق سے یہ غار قدرتی طور پر قبلہ رُخ بھی ہے۔ رمضان کا پورا مہینہ آنحضرتؐ اسی غار میں گزارتے تھے۔

جب آپؐ کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی تو ایک رات حسبِ معمول آپؐ عبادت میں مشغول تھے کہ حضرت جبرائیلؑ وحی لے کر حاضر ہوئے۔ یہ وحی سورہ اقرا (۹۶) کی پہلی پانچ آیات پر مشتمل تھی۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ہی نزول کا تذکرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ قرآن پاک ماہِ رمضان میں اور شبِ قدر کے اندر نازل ہوا ہے جیسا کہ یہ آیات نشاندہی کرتی ہیں :۔

شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔

ترجمہ: رمضان ہی کا مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ

ترجمہ: ہم نے اسے (قرآن پاک کو) شبِ قدر میں اتارا ہے۔

علامہ محمد بن جریر طبری کے قول کے مطابق تاریخِ نزول ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۴۱ ولادت نبویؐ تھی کہ جو ۶ اگست سنہ ۶۱۰ء کے مطابق ہے۔

مگر بعض دیگر محققین کے نزدیک ۲۱، ۲۳، ۲۷ اور ۲۹ رمضان کی راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ جبکہ بعض علما نے ۲۴ رمضان المبارک کی رات کو شبِ نزول قرار دیا ہے۔

مفسرین قرآن مثلاً قاضی بیضاوی اور علامہ زمخشری نے تصریح کی ہے کہ قرآن کے ماہِ رمضان میں نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے نازل ہونے کا آغاز اس ماہ میں ہوا ہے اور وہ شبِ قدر میں ہوا یا اس سے مراد یہ ہے کہ سارا قرآن اکٹھا ایک بار لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر بیت العزت میں رمضان المبارک میں نازل ہوا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا رہا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن ماہِ رمضان کی فضیلت میں اسی طرح نازل ہوا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں آیت حضرت عمر رضؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید دو بار رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے۔ ایک بار اکٹھا لوحِ محفوظ پر سے آسمان پر دوسری بار آسمانِ دنیا سے جبرئیلؑ امین کے ذریعے رسولِ پاکؐ پر نازل ہونے کا آغاز ہوا اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن پاک ۲۲ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن تک رسولِ پاکؐ کی زندگی میں نازل ہوتا رہا۔ جس میں مکی عہد کے قریباً ۱۲ سال ۵ ماہ اور ۱۳ دن اور مدنی عہد کے ۹ سال ۹ ماہ ۹ دن شامل ہیں۔ اس لحاظ سے رمضان المبارک کو نزول قرآن کی سالگرہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس میں ہر سال جبرائیلؑ آکر رسولِ پاکؐ کو قرآن مجید سناتے تھے اور قرآن پاک کی سب سے زیادہ

تلاوت بھی اسی ماہ میں ہوئی ہے۔ بلکہ اس میں نمازِ تراویح کو مسنون کر دیا گیا ہے کہ جس میں پورا قرآن سنایا جاتا ہے۔

قرآن کی سالگرہ منانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اس ماہ میں ہم زیادہ سے زیادہ تلاوت کریں، نمازِ تراویح ادا کریں، درسِ قرآن کی مجلسیں قائم کریں، حسنِ قرأت کے مقابلے ہوں، شبینوں کا اہتمام ہو اور قرآن کے دَور کیے جائیں۔

## ۲- نزولِ صحفِ سلف

رمضان المبارک کو نزولِ وحی سے خصوصی تعلق ہے۔ چنانچہ قرآن پاک سے پہلے جو کتابیں بھی نازل ہوئیں وہ بھی ایک تحقیق کے مطابق رمضان المبارک میں ہی نازل ہوئیں جیسا کہ بعض صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ پر صحیفے ماہ رمضان کی پہلی رات کو، حضرت موسیٰؑ پر تورات ۶ رمضان کو حضرت عیسیٰؑ پر انجیل ۱۳ رمضان کو اور خود آنحضرت صلعم پر قرآن ۲۴ رمضان کو نازل ہوا ہے۔ (کشاف زمخشری۔ تفسیر بیضاوی)۔

اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بتایا ہے کہ یہ حدیث بروایت حضرت واثلہ بن الاسقع مسند احمد اور معجم طبرانی میں موجود ہے۔ اور ثعلبی نے اسے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ نیز مسند ابو یعلی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے بھی مروی ہے (ملاحظہ ہو الکافی الشاف)

علامہ عبدالرؤف المناویؒ حلیمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ نزولِ قرآن کی ۲۴ تاریخ سے مراد دراصل ۲۵ ویں رمضان المبارک کی رات ہے۔

کہ جس میں لوحِ محفوظ سے قرآن آسمان دنیا پر اتارا گیا۔ (السراج المنیر)

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رح نے حضرت ابوذر غفاری رض سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب زبور کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ۱۸ رمضان کو نازل ہوئی تھی۔ مزید اس روایت میں صحفِ ابراہیم کی تاریخ نزول یکم رمضان کی بجائے سوم رمضان دی گئی ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

## ۳۔ بعثتِ نبوی

غارِ حرا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر وحی اور قرآن کا نازل ہونا آپ کی نبوت کا اعلان تھا اور اس نزولِ وحی کی ابتدا رمضان المبارک میں ہوئی۔ اسی طرح آپ کی بعثت بھی ماہِ رمضان میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی ہو چکی تھی جیسا کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے ؎

وانت علیہ اربعون فاشرقت

شمسُ النبوۃِ منہ فی رمضان

ترجمہ: آپ چالیس سال کے ہوئے تو ماہِ رمضان میں آپ سے نبوت کا آفتاب جلوہ گر ہوا۔

رسول پاک کے اولین سیرت نگار علامہ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ کو منصبِ نبوت ۱۷ رمضان کو عطا ہوا۔ دیگر مؤرخین کے اقوال کے مطابق بعثت ماہِ رمضان کی ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ میں سے کسی ایک تاریخ کو ہوئی ہے۔ یہ بعثتِ نبوی دعائے خلیل ع اور نویدِ مسیحا کا مصداق

تھی۔ قرآن پاک ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ حکمِ خدا کے مطابق کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو ساتھ دعائیں بھی مانگ رہے تھے، ان کی ایک دعا یہ تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۲/۱۲۹)

ترجمہ: اے پالنے والے! ان لوگوں میں ان میں سے ایک رسول مبعوث کیجو کہ جو ان پر تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) ان کا تزکیہ کرے۔ بیشک تیری ذات غالب ہے اور حکمت والی بھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور موقع پر اپنی نسل میں نبوّت کا سلسلہ قائم رہنے کی دعا کی تھی اور وہ کچھ شرطوں کے ساتھ قبول ہوئی تھی۔ چنانچہ آپؑ کے دونوں بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ منصبِ نبوت پر فائز تھے۔ حضرت اسحاقؑ کے بعد ان کی اولاد یعنی بنو اسحاق ہی میں بھی نبوت رہی۔ جبکہ بنی اسماعیل میں سے ایک مگر سب سے بزرگ اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اس بعثت کے ساتھ ہی گویا نبوت بنو اسحاق سے بنو اسمٰعیل میں منتقل ہوگئی۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ کی بعثت ایک آخری نبی کی بعثت تھی کیونکہ آپؐ کے بعد پھر قیامت تک کوئی نیا پیغمبر نہیں آسکتا۔

## ۴۔ ظہورِ اُمتِ مُسلمہ

رسولِ پاک فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی امتِ مسلمہ کا ظہور ہوا۔ اس لحاظ سے یہ ظہور بھی رمضان المبارک ہی ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک مہینے کے روزوں کے تعین اور اس کے لیے رمضان کے چنے جانے کی حکمت اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

واذا وجب تعین ذالك الشهر فلا احق من شهر نزل فيه القران وارتسخت فيه الملة المصطفوية وهو مظنة ليلة القدر۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

ترجمہ: اور جب اس مہینے کا تعین ضروری ہوا تو اس کا اس مہینے سے بڑھ کر اور کوئی مہینہ مستحق نہیں کہ جس میں قرآن نازل ہوا، امت مصطفویؐ مضبوط ہوئی اور اس میں شبِ قدر کا ہونا یقینی ہے۔

محدّث دہلوی رحؒ حجۃ اللہ البالغہ میں ہی ایک اور مقام پر عبادات کے موزوں اوقات کے فلسفے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عبادت کا وقت ایسا ہونا چاہیے کہ جو کسی نعمتِ الٰہی کو یاد دلائے جیسے ماہ رمضان کہ اس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور ملتِ اسلامیہ کے ظہور کی ابتدا اس میں ہوئی۔

امتِ مسلمہ کی نمود دراصل حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی پُرخلوص دعاؤں کا ثمر ہے۔ خصوصًا اس دعا کا اثر کہ جو انہوں نے تعمیرِ حرم

کے موقع پر مانگی تھی اور جس کے یہ الفاظ تھے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔ (القرآن ۲، ۱۲۸)

ترجمہ:۔ پالنے والے! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا دیجئے اور ہماری نسل میں سے بھی ایک امت مسلمہ (فرمانبردار جماعت) پیدا کر دیجئے۔

چنانچہ رمضان المبارک ۱۳ھ ولادت نبوی میں امتِ مسلمہ عالم وجود میں آئی اور اس طرح بعثتِ نبوی کے ساتھ ہی امتِ مسلمہ کو بھی ظہور میں لایا گیا

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وان یکون قومہ خیر امۃ اخرجت للناس فیکون بعثہ یتناول بعثاً اخر (حجۃ اللہ البالغہ)

ترجمہ:۔ آپ کی امت بہترین امت قرار پائی کہ جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہے۔ اس طرح رسول پاکؐ کی بعثت سے ایک اور بعثت ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں امت مسلمہ کی بعثت کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (الآیۃ ۳، ۱۱۰)

ترجمہ:۔ تم ایک بہترین امت ہو کہ جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے کہ اس کے افراد لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائیوں سے باز رکھیں۔

ایک اور آیت میں مسلمانوں کو خطاب کر کے کہا گیا ہے۔۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ (الآیۃ ۳، ۱۰۴)

اس آیت کے لفظ "منکم" میں حرف "من" امام فخرالدین رازیؒ کے ایک تفسیری قول کے مطابق، تبعیض کے لیے نہیں ہے بلکہ "من" بیانیہ ہے اس لیے ترجمہ یہ ہوگا۔

ترجمہ: تمہیں ایک ایسی قوم ہونا چاہیئے کہ جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتی رہے۔

یہ بزرگ امت، امتِ مسلمہ، امتِ وسطیٰ اور خیرالامۃ کے القاب سے سرفراز ہے اور اس کے فرائض میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقدس فریضہ شامل ہے ختمِ نبوت سے پہلے یہ دعوت و ارشاد کا کام انبیا علیہم السلام سرانجام دیتے تھے مگر نبوت کے سلسلے کے ختم ہو جانے کے بعد پیغمبر آخرالزمانؐ کی یہ امت فرض ادا کرتی رہے گی۔

بلاشبہ اُمتِ مسلمہ قرون اولیٰ میں اپنے فرائض سے خیر و خوبی کے ساتھ بڑے حسن کارانہ انداز میں عہدہ برآ ہوتی رہی ہے، مسلمان تبلیغ کا جذبہ لے کر عرب کے ریگزاروں سے اُٹھے اور ایک ہی صدی کے اندر حق کا پیغام یورپ تک پہنچا دیا۔ انہوں نے برائی کی قوتوں کو جہاں دیکھا کہ آمادۂ فساد ہیں.... وہیں پہنچ کر ان کی بیخ کنی کر دی کیونکہ ان کو شہداء علی الناس کا منصب تفویض کیا گیا ہے اور دنیا جہان کے انسانوں کے اعمال کی نگرانی بھی مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے۔

مسلمانوں کو تبلیغ اور برائی کی روک تھام کے لیے اگر کسی بڑی طاقت سے مقابلہ کرنا پڑا ہے تو انہوں نے کوئی پروا نہیں کی، بلکہ اسلام کے

ابتدائی ایام میں ہی مسلمانوں نے اپنے زمانے کی دو بڑی طاقتوں روم و ایران سے بیک وقت ٹکر لی اور ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا کہ پھر نہ کوئی کسریٰ ایران رہا اور نہ کوئی قیصرِ روم۔

افسوس! آج ہم اپنے فرض سے غافل ہو گئے ہیں اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہوتے پھر رہے ہیں۔ ماہِ رمضان جب آتا ہے، ہمیں اس فریضے کی بھی یاد دلاتا ہے، آیئے آج سے ہم عہد کر لیں کہ جس قدر ہم سے ممکن ہو، ہم لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں۔ اور برائیوں سے باز رکھنے کی کوشش کریں، خود بھی نیک بنیں اور برائیوں سے باز رہیں۔

## ۵۔ وفات خدیجۃ الکبریٰ ۱۰ رمضان

بعثت کا دسواں سال تھا، رسول پاکؐ کو تین سال کے تکلیف دہ مقاطعہ کے بعد شعب ابی طالب سے آتے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اور ابھی چین کا کوئی سانس بھی نہ لینے پائے تھے کہ آپؐ کو دو اور صدموں سے دو چار ہونا پڑا۔ یہ صدمے حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی یکے بعد دیگرے وفات تھی۔ دونوں حضرات کے رحلت کر جانے سے رسول اکرمؐ اور مسلمانوں کو بڑا رنج پہنچا۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی عام الحزن (غم کا سال) پڑ گیا۔

حضرت خدیجہ کی وفات بقول ابو ریحان البیرونی ۱۰ رمضان کو ہوئی اس طرح دس رمضان کو رسول پاکؐ کی وہ مونس و غمگسار پاک بیوی جس نے دکھ سکھ ہر حال میں آپؐ کا ساتھ دیا، آپؐ کو اور سب مسلمانوں کو

سوگوار چھوڑ کر آخرت کو چل دیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

خدیجہؓ بڑی فیاض اور ایثار سے کام لینے والی خاتون تھیں انہوںؓ نے اپنا تمام سرمایہ تبلیغِ اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آنحضرتؐ جب دعوت و ارشاد کی گرانباریوں پر متفکر ہوتے تو یہ رفیقۂ حیات آپؐ کا حوصلہ بڑھاتی اور ڈھارس بندھاتی تھی۔ پچیس سال کا عرصہ کوئی معمولی مدت نہیں کہ جو آپؓ نے ایک مثالی بیوی کی حیثیت سے رسول پاکؐ کے ساتھ گزار دیا۔ اِن پچیس سالوں میں ایک دن بھی ایسا نہیں آیا کہ جس میں شوہر اور بیوی کی زندگی میں کوئی تلخی پیدا ہوئی ہو۔

مرحومہ نے رسولِ پاکؐ کے دل پر اپنی وفا اور محبت کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے تھے کہ وفات کے بعد بھی آپؐ زندگی بھر انہیں یاد کرتے رہے اور فرمایا کرتے تھے۔

"خدیجہؓ وہ خاتون تھیں کہ جنہوں نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب ساری دنیا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی پاکیزہ زندگی میں ہماری مسلمان بہنوں کے لیے بڑے سبق موجود ہیں۔ اگر مسلمان عورتیں آپؓ کے اسوۂ حسنہ کو اپنا لیں تو ازدواجی زندگی بلاشبہ خوشیوں اور مسرتوں کا گہوارہ بن سکتی ہے

کاش دخترانِ اسلام، تہذیبِ مغرب کی نقالی کو چھوڑ کر سیّدہ خدیجہؓ کی زندگی اور سیرت کو مشعلِ راہ بنا سکیں۔

**۶۔ غزوہ بدر** ہجرت کا دوسرا سال اور رمضان کا مہینہ تھا۔ اور

مسلمان پہلی بار روزے رکھ رہے تھے کہ اطلاع ملی کہ قریشِ مکہ کا ایک بہت بڑا لشکر مدینہ منورّہ پر حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے رسول اکرمؐ نے اپنے صحابہؓ کو اکٹھا کیا اور مختصر سا لشکر لے کر ۱۲ رمضان کو مقابلے کے لیے روانہ ہو گئے۔ بدر کے مقام پر دونوں لشکر اکٹھے ہوئے اور ۱۷ رمضان کو بروز جمعہ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ حق و باطل کی یہ پہلی معرکہ آرائی تھی۔ ایک طرف تیر و تفنگ تھے، جنگ کا پورا ساز و سامان تھا۔ دوسری طرف نہتے مسلمان تھے، ایک طرف ہزار جنگجو سواروں کا لشکر دوسری طرف صرف ۳۱۳ بے سرو سامان مسلمان مجاہد۔

کہاں عتبہ، شیبہ اور ابو جہل ایسے تجربہ کار اور کہاں عفرا کے ننھے مُنّے معاذ و معوذ مگر جب جنگ ہوئی تو ان ننھے سرفروشوں نے وہ کارنامے سرانجام دیے کہ وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے، کتنا روح پرور منظر تھا کہ مجاہدین دادِ شجاعت دے رہے تھے اور اللہ کا آخری رسولؐ خدا کے حضور سربسجود ہو کر دعائیں مانگ رہا تھا۔ ان کے لبوں پر کچھ اس قسم کے الفاظ تھے۔

پالنے والے! حق پرستوں کی یہ مختصر سی جماعت اگر آج مٹ گئی تو پھر روئے زمین پر قیامت تک کوئی تیرا نام لیوا باقی نہیں رہے گا۔

یہ دعائیں قبول ہوئیں اور حق پرستوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ۷۰ باطل پرست مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے ابو جہل بھی مارا گیا اور اسے معاذ و معوذ کی ننھی منھی تلواروں نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس

طرح غزوۂ بدر میں حق کو ایک شاندار فتح اور باطل کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ قرآن مجید میں بدر کی لڑائی کے اس دن کو یوم الفرقان کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس میں حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن حد تک فرق واضح ہو گیا تھا۔

۱۷ رمضان کا یادگار دن ہمیں ہمیشہ یہ سبق دیتا رہے گا کہ اگر ہم میں ایمان کی قوت ہو اور ہم حق کے پرستار بن جائیں تو دنیا کی کوئی بھی طاقت ہمیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وعدہ اب بھی موجود ہے آج بھی تائیدِ ایزدی ہماری راہ تک رہی ہے لیکن افسوس ہم میں ہی اہلِ بدر کا سا ایمان اور ان جیسی استقامت، حق پرستی اور سرفروشی موجود نہیں کسی شاعر نے کتنی سچی بات کہی ہے اور کتنا اچھا پیغام دیا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں قطار اندر قطار اب بھی

## ۷۔ فتحِ مکہ

فتحِ مکہ کا عظیم الشان واقعہ ۱۹ رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء کو پیش آیا۔ اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

قریشِ مکہ کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اسے کافی جانی اور مالی نقصان پہنچایا، اور قریشِ مکہ کے کچھ لوگ بھی حملہ آوروں میں شامل تھے، بنی خزاعہ کا وفد ان مظالم کی شکایت لے کر رسولِ پاکؐ کے پاس آیا۔ آنحضرت نے قریشِ مکہ کو کہلا بھیجا کہ یا تو قصاص دلواؤ یا پھر اعلانِ جنگ سمجھو۔ انہوں نے جواب میں کہہ

دیا کہ اچھا اعلانِ جنگ ہی سہی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہؓ کا لشکر لے کر عازمِ مکّہ ہوئے۔ گویا صحفِ سلف کی پیشین گوئی کے مطابق آپؐ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاران کی جانب روانہ ہوئے۔ رمضان المبارک کے ابتدائی دن تھے سبھی لوگ روزوں سے تھے اور سفر کی وجہ سے خاصی تکلیف محسوس ہو رہی تھی چنانچہ آنحضرتؐ نے کدید کے مقام پر روزے افطار کر لینے کے لیے فرما دیا۔

لشکر بڑی شان اور وقار کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔ مکہ کے قریب پہنچ کر انصار کے سالار اور علمبردار حضرت سعد بن عبادہؓ نے نعرہ بلند کیا۔

"آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے، آج مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی" رسول پاکؐ نے یہ سنا تو فوراً تردید کی اور فرمایا۔

"نہیں بلکہ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے، آج اس کی عزت میں چار چاند لگا دیے جائیں گے"۔

اس کے ساتھ ہی آپؐ نے علَم حضرت سعدؓ سے لے کر ان کے بیٹے حضرت قیس کو دے دیا۔ اہل مکّہ کو مقابلے کی ہمت نہیں پڑی چنانچہ خون بہائے بغیر مکہ فتح ہو گیا۔

رسول پاکؐ جب فاتح کی حیثیت سے قصوا نامی اونٹنی پر سوار شہر میں داخل ہوئے تو وہ منظر بڑا روح پرور تھا۔ چشم فلک نے بہت سے فاتح دیکھے ہوں گے، مگر ایسا فاتح اسے کبھی دیکھنے کو نہیں ملا ہو گا کیونکہ فاتح جب داخل ہوتے ہیں تو قتل و غارت کرتے ہوئے مخالفوں کو تہِ تیغ

کہتے ہوئے داخل ہوتے ہیں، مگر جب آپؐ فاتح کی حیثیت سے مکے میں داخل ہوئے ہیں تو عجز وانکسار کا یہ عالم تھا کہ سر مبارک پالانِ شتر پر لگ رہا تھا، زبان پر خدا کی حمد وثنا کے ترانے تھے، شہر میں داخل ہو کر پہلا یہ کام کیا کہ خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں سر بسجود ہو گئے۔

پھر ڈرے سہمے ہوئے لوگوں کے پاس آئے۔ لوگ بڑے خوف زدہ تھے، انہیں اپنے کرتوت یاد آرہے تھے کہ کس طرح انہوں نے آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھیوں کو ستایا تھا، قتل کے منصوبے باندھے تھے، ان کو وطن سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا اور پھر مدینے میں بھی مسلمانوں کو چین کا سانس نہیں لینے دیا تھا۔ اب وہ سب سر جھکائے کھڑے تھے اور انہیں اندیشہ تھا کہ وہ موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔

یکایک سرکارِ رسالتؐ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور آپ کی آواز بلند ہوئی، آپؐ فرما رہے تھے بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

لڑکھڑاتی ہوئی زبانوں سے جواب آیا! آپ ہمارے شفیق اور کریم بھائی ہیں اور شفیق اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں، اس لیے ہم اچھے سلوک کے اُمیدوار ہیں، جب آپؐ نے یہ جواب سنا تو فرمایا اچھا میں بھی اپنے بھائی یوسفؑ کی طرح آج اعلان کرتا ہوں۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

ترجمہ :۔ آج تم پر کوئی باز پرس نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

## ۸۔ شہادت عروہ بن مسعودؓ

ہجرت کا نواں سال اور رمضان کا

مہینہ تھا، سرورِ دو عالم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے ابھی مدینے میں پہنچنے نہیں پائے تھے کہ راستے میں طائف کا ایک شخص ملا۔ آنحضرتؐ اُسے جانتے پہچانتے تھے اور وہ بھی آپؐ سے تعارف کا شرف رکھتا تھا، یہ شخص ملا۔ اور ملتے ہی مسلمان ہو گیا۔ یہ کون تھا؟

وہی عروہ بن مسعودؓ، بنی ثقیف کا سردار اور وہی عروہ جو کبھی حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکہ کی طرف سے سفیر بن کر آیا تھا اور جس نے واپس جا کر یہ الفاظ کہے تھے۔

"اے برادرانِ قریش! میں نے کسریٰ ایران، قیصرِ روم اور نجاشیٔ حبش جیسے بادشاہوں کے درباروں کو دیکھا ہے مگر جو عزت اور ہیبت میں نے محمدؐ کی اپنے ساتھیوں میں دیکھی ہے، وہ مجھے کسی دربار میں دکھائی نہیں دی۔ جب آپ بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے، جب وضو کرتے ہیں تو صحابہ وضو کے پانی کو زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ اُسے اپنے منہ پر ملنے کی سعادت حاصل کر سکے۔

آج وہ عروہؓ بڑے خوش تھے کہ محمد رسول اللہؐ کے شیدائیوں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ اسلام لاتے ہی دل میں ایک جذبہ موجزن ہوا۔ ایک آرزو کروٹیں لینے لگی، یہ جذبہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ راست کی طرف بلانے کا تھا اور تمنا، خدا کی راہ میں شہید ہونے کی تھی۔ سراپا آرزو بن کر رسولِ پاکؐ سے اپنے قبیلے میں مبلغ بن کر جانے کی اجازت چاہی، حضورؐ کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ شاید اس وجہ سے کہ طائف میں فضا سازگار

نہ تھی، عروہؓ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں انکار نہ ہو جائے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کے نوجوانوں میں بڑا مقبول ہوں، امید ہے کہ وہ لوگ میری دعوت کو رد نہیں کریں گے۔

حضرت عروہؓ واقعی اپنی قوم میں مقبول بھی تھے مگر جب قوم کے سامنے جاکر اسلام کی دعوت دی تو خندہ رو چہرے خشمگیں ہو گئے۔ ماتھوں پر شکنیں پڑ گئیں، مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ یگانے بیگانے بن گئے آپ رضؓ ایک بلند مکان پر کھڑے ہو کر لوگوں کو حق کی طرف بلانے لگے۔ اس دعوت کا جواب انہیں وہی ملا جو ہر داعی حق کو ملتا رہا ہے۔ تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی، تیر آتے رہے اور اس مبلغ کے بدن میں ترازو ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ بدن لہولہان ہو گیا مگر ان کی تبلیغ جاری رہی چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار نہیں تھے بلکہ وہ خوش تھے کہ سرخرو ہو رہے ہیں۔ اسی اثنا میں کسی نے بہتے ہوئے خون کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ کیا حال ہے۔

اس وقت جو الفاظ اس سرفروش مبلغ کی زبان سے نکلے، انہیں تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے، فرمایا :-

کرامۃٌ اکرمنی اللہ بھا وشھادۃٌ ساقھا اللہ الیّ۔

ترجمہ :- یہ بڑی عزت اور بزرگی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا ہے اور تحفۂ شہادت ہے کہ جو حق تعالیٰ نے مجھ تک پہنچایا ہے۔ یہ کہا اور اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن، خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

## ۹۔ شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضؓ

سیدنا حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی شہادت بھی ماہِ رمضان میں واقع ہوئی اور آپؓ کا قتل خوارج کی سازش کا نتیجہ تھا۔ حضرت علیؓ کا معمول تھا کہ صبح سویرے لوگوں کو جگاتے ہوئے جامع مسجدِ کوفہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے ۱۷ رمضان کی فجر کو جب نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں پہنچے تو ابنِ ملجم نے اپنی زہر آلود تلوار کے ساتھ وار کیا وار سرِ مبارک پر پڑا اور زخمی ہو کر گر پڑے۔ اس طرح شہادت کی تمنا پوری ہوتی دکھائی دی چنانچہ آپ نے ضرب لگتے ہی فرمایا۔

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

قاتل پکڑ لیا گیا، جب اسے آپؓ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ دو دن زندہ رہے اور انہوں نے زندگی کے یہ لمحات پند و نصائح کے وقف کر دیئے۔

علامہ مسعودی نے آپ کا ایک خطبہ قلم بند کیا ہے کہ جو انہوں نے بسترِ مرگ پر ارشاد فرمایا تھا۔ خطبے کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

حضرات! سنو اور غور سے سنو بے شک ہر شخص اس چیز سے ملنے والا ہے جس سے کہ وہ (اپنی زندگی کے دوران میں) دور بھاگا کرتا تھا۔ حکمِ قضا ہر نفس کو فرودگاہِ موت کی طرف کھینچے چلا جا رہا ہے۔ موت سے بھاگنا عین موت کے منہ میں جانا ہے

ایک عرصہ دراز ہے جو میں نے اس معاملہ (قضا و قدر) کے سربستہ راز

کو معلوم کرنے میں گزار دیا مگر مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ یہ راز آشکار نہ ہو۔
چنانچہ اللہ تعالٰے نے اس راز کو راز ہی رہنے دیا۔

ہائے اللہ! یہ تو سربستہ علم ہے (کہ جس کی ہوا بھی کسی کو نہیں لگی) خیر
میری خاص وصیت تم لوگوں سے یہی ہے کہ اللہ تعالٰے کا کسی کو شریک نہ
بناؤ، اللہ کے رسولؐ کا حق پہچانو، اس کی سنت کو ہرگز ضائع نہ ہونے دو

قرآن و سنت دو ستون ہیں جن پر ایمان اور اسلام کی عمارت قائم ہے، ان ستونوں
کو (ہمیشہ) قائم رکھنا۔

یاد رہے تم میں سے ہر شخص پر اس کی استطاعت کے مطابق (فرائض کا)
بار ڈالا گیا ہے کم عقل نادان سے رحم کرنے والے رب، سچے اور پکے دین اور سب
کچھ جاننے والے پیشوا نے (فرائض و باز پرس) کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔

ہم چند روز اکٹھے ایک درخت کی شاخوں کے سائے تلے رہے کہ جو جلد ہی
سر سے جدا ہو جاتا ہے، ہم نے کچھ عرصہ گویا اس خس و خاشاک کے گرد گزارا کہ جو ہوا
کے رحم و کرم پر آنِ واحد میں جمع ہو جاتا ہے اور ہوا کا دوسرا جھونکا ایک ہی لمحے
میں اسے بکھیر کر رکھ دیتا ہے، یا یوں سمجھیے کہ ہماری چند روزہ زندگی کسی بادل
کے سائے میں گزری کہ جو تھوڑے عرصے کے لیے سر پر سایہ فگن ہوتا ہے اور
پھر جلد ہی دور ہو جاتا ہے!

اب تم مجھے حرکتِ پیہم کے بعد بے حس و حرکت، بہت کچھ بولنے اور فصیح
و بلیغ خطبے دینے کے بعد مہر بہ لب پاؤ گے۔

یہ سب کچھ اس لیے ہوگا تاکہ تم لوگ میری بے بسی اور اعضا و جوارح کے حرکت نہ کر سکنے کی بیچارگی کی حالت سے عبرت حاصل کرو میری زبان کا گنگ ہو جانا اور خاموشی، میرے فصیح و بلیغ خطبوں سے کہیں زیادہ موعظت و عبرت کا باعث ہوں گے۔

اچھا اب تم سب کو الوداع کہتا ہوں، اس وداع کرنے والے کی طرح کہ جس کا دور کہیں انتظار کیا جا رہا ہو۔

(افسوس! تم نے میری زندگی میں میری قدر نہ کی) کل جب تم میرے عہد پر نگاہ ڈالو گے تو تم پر ساری حقیقت واضح ہو جائے گی پھر تمہیں میری قدر معلوم ہو گی ـــ اچھا سلام ہو قیامت تک کے لیے۔

کل تمہارا شریکِ محفل تھا، آج تمہارے لیے سامانِ عبرت ہوں اور کل تم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاؤں گا۔

اگر مجھے افاقہ ہو جائے اور زخم سے بچ نکلوں تو میں اپنے قصاص کا خود مالک ہوں اور اگر وفات پا جاؤں (کہ جس کا یقین ہے) تو پھر وعدہ گاہ قیامت ہے، درگزر کرنا خدا ترسی کے قریب تر ہے کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم سے بھی درگزر کرے، بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (مُروج الذہب)

حضرت علی کی شہادت ایک قول کے مطابق ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ کو واقع ہوئی اور اس موقع پر آپ کے ایک نامور شاگرد ابوالاسود دوئلی نے ایک مرثیہ کہا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

أَتی شھر الصیام فجعتمونا      بخیر الناس طرّاً اجمعینا

ترجمہ : ہائیں! تو تم نے روزوں کے مہینہ میں ایک ایسے انسان کو قتل کر کے ہمیں دکھ پہنچایا ہے کہ جو (اپنے دور کے) سب لوگوں سے بہتر تھا۔

آپؓ کی وفات فردِ واحد کی وفات نہیں تھی بلکہ اس مبارک اور شان دار عہد کا خاتمہ تھا جسے دنیا خلافتِ راشدہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

## ۱۰۔ قیامِ پاکستان

ہماری عظیم اسلامی مملکت — پاکستان — کا قیام بھی حسنِ اتفاق سے رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو عمل میں آیا ہے۔ مہینہ بھی مبارک اور تاریخ بھی مبارک، اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ عالم پر بالعموم اور برصغیر کے مسلمانوں پر بالخصوص یہ احسان فرمایا کہ پاکستان کی شکل میں ہمیں ایک خطۂ ارض سے نوازا تاکہ وہاں رہتے ہوئے ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں تحریک پاکستان کے دوران جو کہ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں زور و شور سے جاری تھی بچے بچے کی زبان پر بس ایک ہی نعرہ تھا، لے کے رہیں گے پاکستان پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ۔

حصولِ پاکستان کی غرض و غایت بالکل واضح تھی کہ خدا کی اس سرزمین پر خدا ہی کے قانون کا اجراء و نفاذ ہوگا۔ جس قدر یہ مقصد عظیم تھا اسی قدر عظیم قربانیاں بھی ہمیں دینا پڑیں۔ خداوند قدوس وطنِ عزیز کو ہمیشہ سلامت رکھے اور ہمیں اس کی تعمیر و ترقی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

## ۱۱۔ متفرق واقعات

ماہ رمضان میں رونما ہونے والے اہم واقعات میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمانی اور حضرت

یوشع بن نونؑ کی شہادت قابلِ ذکر ہے چنانچہ حضرت امام حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار حضرت علیؓ کی شہادت پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"بے شک آج رات جس میں آپ شہید ہوئے ہیں وہ رات ہے کہ جس میں قرآن نازل ہوا حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے اور حضرت یوشعؑ بن نون کی شہادت واقع ہوئی (طبری۔ مسعودی)

ابوریحان البیرونی بیان کیا ہے کہ ۶ رمضان کو حضرت امام حسینؓ کا یوم ولادت ہے اور تفسیر درمنثور میں تحریر ہے کہ رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی تھی۔

مزید براں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت مقدادؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ اور عمِ رسولؐ حضرت عباسؓ اور امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی وفیات اسی مہینے میں واقع ہوئی ہیں۔ اسلامی فتوحات میں سے محمد بن قاسم کی فتح سندھ فتح اندلس، فتح صقلیہ اور مصر کی اسرائیل کے خلاف جنگ رمضان قابلِ ذکر ہیں۔

# باب ۴

## عبادتِ ماہِ رمضان !

# ۱- عبادات رمضان کی خصوصیّت

حدیث شریف میں رمضان المبارک میں زیادہ عبادت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ اس مہینے میں ثواب کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ ماہِ رمضان کی عبادتوں میں روزہ، تراویح، اعتکاف، تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی شامل ہیں۔ ان عبادتوں پر ایک نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت اجاگر ہو جاتی ہے کہ یہ عبادتیں عموماً ایسی عبادتیں ہیں کہ جو رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے میں سرانجام نہیں دی جا سکتیں۔ اس لیے اگر ہم نے انہیں اس خاص برکت والے مہینے میں ادا نہ کیا تو اگلے سال سے پہلے ایسا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اور کون جانتا ہے کہ اگلے سال کے رمضان تک زندہ رہنے کی مہلت بھی اُسے مل سکے گی یا نہیں لہٰذا اب جبکہ خدا نے ہمیں موقع فراہم کر دیا ہے تو اسے غنیمت سمجھیں اور ان عبادات کو پورے خلوص و آداب کے ساتھ سرانجام دیں۔

ان عبادتوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ان میں تعمق اور انتہاپسندی کا کوئی عنصر شامل نہیں کیونکہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی گئی اس طرح یہ عبادتیں نہ صرف سب کیلئے قابلِ عمل ہیں بلکہ ان میں بڑی سہولتیں اور آسانیاں بھی رکھ دی گئی ہیں حالانکہ یہود و نصاریٰ کے مذاہب میں روزہ کے لیے سحری تک کی سہولت نہیں اور وہ لوگ افطار کے وقت بھی تاخیر کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔

اب ہمارا یہ فرض ہے کہ ان سہولتوں کی قدر کریں اور اس مہینے کی عبادات

کو ادا کریں، نیک کام کریں اور برائیوں سے باز رہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اس مہینے کی ہر رات ایک فرشتہ منادی کیا کرتا ہے کہ اے بھلائی کرنے والے شخص! آگے بڑھ اور اے برائی کے طالب! برائی سے باز رہ۔

دُعا ہے کہ خدا ہمیں عبادت اور نیکی کے کام کرنے اور برائیوں سے باز رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

## ۲۔ روزہ

صوم یا روزہ ایک بدنی عبادت ہے کہ جو قدیم الایام سے مختلف مذاہب میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ ادا ہوتی چلی آ رہی ہے۔ پہلی امتوں مثلاً یہود اور نصاریٰ پر روزے فرض رہے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں فرضیتِ روزہ کی آیت اس پر روشنی ڈالتی ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۲/۱۸۳)

ترجمہ:- مسلمانو! جس طرح ان لوگوں پر جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، روزہ فرض کیا گیا تھا، اسی طرح تم پر بھی فرض کر دیا گیا ہے تاکہ تم میں پرہیزگاری پیدا ہو۔

ایک تحقیق کے مطابق گزشتہ امتوں پر بھی ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے ہی روزے فرض تھے مسلمانوں پر رمضان کے روزے بقول امام طبری ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے ہیں، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی فتح الملہم شرح صحیح مسلم

میں تحریر کرتے ہیں کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے کی آیات ہجرت کے دوسرے سال ماہِ شعبان میں نازل ہوئیں اور رسولِ پاکؐ نے نو رمضانوں کے روزے رکھے۔ علامہ قطب الدین دہلوی نے مظاہر حق میں مزید یہ تصریح بھی کی ہے۔ کہ صوم رمضان کی فرضیت تحویلِ قبلہ کے واقعہ کے دس روز بعد ہوئی اور ہجرت کے بعد کا یہ اٹھارہواں مہینہ تھا۔

روزوں کو عبادت قرار دینے کی حکمت جو قرآن نے بیان کی ہے وہ . . . لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کے الفاظ میں مضمر ہے کہ یہ روزے تقویٰ (خدا ترسی، پرہیز گاری) کی تربیت کا کام دیتے ہیں۔ واقعی جب آدمی روزہ رکھتا ہے تو خدا کے لیے رکھتا ہے اور وہ اس کے دوران میں کچھ کھاتا پیتا نہیں یہ محض خدا کے خوف کی وجہ سے ہے۔ روزے کے ذریعے شہوانی اور بہیمی قوتیں (WILD SPIRITS) مغلوب ہو جاتی ہیں اور ملکوتی صفات پیدا ہوتی ہیں چنانچہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"چونکہ سخت قسم کی قوتِ بہیمیہ، ملکوتی صفات کے اظہار میں رکاوٹ تھی۔ اس لیے اس پر غلبہ پانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور چونکہ اس کی شدت اور جوش کا باعث کھانا پینا اور شہوانی لذتوں میں منہمک ہونا تھا اس واسطے یہ ضروری ہوا کہ اس کو مغلوب کرنے کے لیے ان اسباب میں کمی کر دی جائے، چنانچہ روزے فرض کر دیے گئے۔" (حجۃ اللہ البالغہ)

روزے میں بھوکا رہنا پڑتا ہے اور بھوکے رہنا شہوت کے زور کو توڑ

دیتا ہے اور طبیعت میں نورانیت پیدا کرتا ہے جیسا کہ حضرت سید علی ہجویری گنج بخش ؒ فرماتے ہیں۔

روزے کا ادنیٰ درجہ بھوکے رہنا ہے اس لیے کہ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ "یعنی بھوکا رہنا زمین پر خدائی طعام ہے"۔ اور مشائخ نے بھوکے رہنے کو کشفِ حقائق اور نورِ معرفت کا ذریعہ بتایا ہے (کشف المحجوب)

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے شیخ بشر حافیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ بھوک دل کو صاف کرتی ہے اور خواہشاتِ نفسانی کو مار دیتی ہے اور دقیق علم سکھاتی ہے (عوارف المعارف)

روزہ بھوکے رہنے کا ایک محفوظ اور پُرحکمت نظام ہے کہ جس کے ذریعے کسرِ شہوت کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے اور بدن پر مُضر اثرات بھی نہیں پڑتے

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:۔

روزہ ایک تریاق ہے کہ جو سموم نفسانیہ کے اثرات کو زائل کرنے کیلئے کام میں لایا جاتا ہے چونکہ اس سے بدن کو کسی قدر تکلیف بھی پہنچتی ہے اس لیے ضرورت کے مطابق اس کی مقدار مقرر کر دینا ضروری ہوا۔ کھانے پینے میں کمی کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ (۱) بہت کم کھایا جائے (۲) ایک دفعہ کھا کر زیادہ وقت تک کچھ نہ کھایا جائے۔ شریعت نے آخر الذکر طریقے کو پسند کیا ہے کیونکہ اس سے آدمی کسی قدر کمزور ہوتا ہے، جسمانی ریاضت ہوتی ہے۔ تھکاوٹ محسوس کرتا ہے اور اسے بھوک پیاس کا مزا چکھنے کا موقع ملتا ہے جس کی وجہ سے بہیمیت کو دہشت اور خوف لاحق ہوتا ہے جبکہ پہلے

طریقے ہیں اس طرح کی کمزوری برابر رہتی ہے مگر نفس کو اس کی چنداں پروا نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ بالآخر انسان اس سے بالکل تھک جاتا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

روزے میں بھوک پیاسے رہنے سے کسی قدر ضعف اور نقاہت واقع ہو جاتی ہے یہ گویا بدن کی زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ نکلنے سے جس طرح سرمایہ پاک ہو جاتا ہے اسی طرح روزے کے ذریعے جب بدن کی زکوٰۃ نکل جاتی ہے تو بدن پاک صاف ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزے کو زکوٰۃ سے تعبیر کیا ہے۔ حدیث ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لِکُلِّ شَیٍٔ زَکوٰۃٌ وَالْجَسَدِ الصَّوْمُ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ صاف کر دینے کے ہیں۔ زکوٰۃ چونکہ مال کو پاک صاف کر دیتی ہے اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ روزہ صرف بدن کو پاک صاف ہی نہیں کر دیتا بلکہ یہ تزکیۂ نفس اور صفائی قلب کے لئے بھی مؤثر ہے اور جب دل صاف ہو جائے تو اس میں خدا کی محبت گھر کر لیتی ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں "روزے کا اصل مقصد خواہشات کا سدباب ہے اور جب قلب کی صفائی ہو جاتی ہے تو خدا کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ (کیمیائے سعادت)

مسلمانوں پر ماہِ رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں اور رمضان المبارک کو روزوں کے لئے منتخب کرنے کی توجیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

روزوں کے لئے ماہِ رمضان سے بہتر کوئی مہینہ نہ تھا کیونکہ یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل ہوا، ملتِ مصطفویہ کا ظہور ہوا اور شبِ قدر پائے جانے کا قوی احتمال ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

روزوں کی فضیلت پر حسب ذیل احادیث روشنی ڈالتی ہیں۔

۱۔ عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل بنی ادم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبع مائۃ ضعف یقول اللہ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ و لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک۔ (صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے ہر عمل کی جزا دس سے سات سو گنا تک ہوتی ہے سوائے روزے کے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اس لئے کہ انسان روزے میں اپنی شہوت اور طعام کو میری خاطر ترک کر دیتا ہے۔

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی روزے کے افطار کے وقت اسے حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی لقائے الٰہی کے موقع پر میسر ہوگی۔ بے شک روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بڑھ کر ہے۔

**شرح :-** اس حدیث کے مطابق روزے کو خدا سے خاص نسبت حاصل ہے اس نسبتِ خصوصی کی تشریح امام غزالیؒ یوں فرماتے ہیں کہ

خدا کی طرف منسوب ہو جانے کا شرف حاصل ہے۔ اگرچہ ساری عبادتیں خدا کے لئے ہیں مگر روزے کو ایسا شرف ہے جیسا کہ خانہ کعبہ کو میسر ہے گو ساری زمین خداوند تعالیٰ کی ہے۔

یہ شرف دو وجہ سے ہے :-

۱- روزہ رکھنا چند چیزوں سے باز رہنا اور بعض افعال کا ترک کرنا ہے اور یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے کہ جس کا علم خدا کو ہوتا ہے اور اس میں کوئی عمل ایسا نہیں جسے انسانی آنکھ دیکھ سکے جبکہ دوسری عبادتیں عموماً لوگوں کی نگاہوں میں ہوتی ہیں۔

۲- روزہ خداوند تعالیٰ کے دشمن پر دباؤ اور اس پر غلبہ پانے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ شیطان کا وسیلہ شہوات ہوتی ہیں اور شہوات کھانے پینے سے قوی ہوتی ہیں جبکہ روزے میں کھانے پینے سے پرہیز کیا جاتا ہے جس سے شہوتیں کمزور ہو جاتی ہیں اور خدا کا دشمن شیطان مغلوب ہو جاتا ہے

(احیاء علوم الدین)

۲- عن ابی هریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ایمانًا واحتسابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تقدّم مِنْ ذنبہٖ ومن قام بیلۃ القدر ایمانًا واحتسابًا غُفِرَلَہٗ ماتقدّم من ذنبہٖ (صحیح مسلم۔ جامع ترمذی)

**ترجمہ:۔** حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے روزے ایمان اور حصولِ ثواب کی نیت کے ساتھ رکھے اسکے پہلے والے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے ایمان اور حصولِ ثواب کی خاطر شبِ قدر کو قیام کیا تو اس کے بھی اگلے گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں۔

۳- قال عثمان بن ابی العاص الثقفیؓ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِنَ النَّارِ کَجُنَّۃِ احدِکُمْ عَنِ الْقِتَالِ (ابن ماجہ شریف)

**ترجمہ:۔** حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ روزہ جہنم کی آگ سے ایک ڈھال ہے کہ جس طرح تمہارے لیے لڑائی میں (حفاظت کے لیے) ڈھال ہوتی ہے۔

**شرح:۔** اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ روزے کی وجہ سے انسان آتشِ جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے کہ جس طرح ڈھال انسان کو دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

امام دارمی نے بتایا ہے کہ یہ ڈھال غیبت کی وجہ سے پھٹ جاتی ہے اس لیے روزے میں غیبت سے پرہیز ضروری ہے۔

۴- عن سہل بن سعدؓ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّان يدعى يوم القيامة يقال اين الصائمون فَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِين دَخَلَهُ وَمَنْ دَخَلَهُ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعدؓ رسولِ پاکؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بے شک بہشت کا ایک دروازہ ہے کہ جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے دن ندا کی جائے گی کہ روزہ دار کہاں ہیں۔؟

پس جو لوگ روزہ داروں میں سے ہوں گے، وہ اس دروازے سے بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ اس دروازے سے داخل ہوں گے انہیں کبھی تشنگی محسوس نہ ہو گی۔

دل میں روزہ رکھنے کے لئے نیت کرنا ضروری ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ رات کو ہی اگلے دن کے روزے کی نیت کر لی جائے۔ روزے کے کچھ آداب بھی ہیں اور جو شخص ان آداب کا لحاظ نہیں رکھتا وہ گویا روزے کے مقصد کو پورا نہیں کرتا

حضرت سیّد علی ہجویری گنج بخش فرماتے ہیں:۔

محض کھانے پینے سے روزہ رکھ لینا اور روزے کے آداب اور شرائط کا لحاظ نہ رکھنا بچوں اور جاہلوں ہی کا مشغلہ ہو سکتا ہے۔ شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ دنیاوی اور نفسانی شہوانیات اور سفلی خواہشات سے رکھا جائے اور روزے کے دوران میں تمام حرام چیزوں سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے۔ (کشف المحجوب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا روزہ ایک ڈھال ہے جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہیے کہ بیہودہ گوئی نہ کرے نہ جہالت سے کام لے۔ اگر کوئی شخص اسے گالیاں بھی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (موطا امام مالک)

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ جس نے غیبت کی تو اس کا روزہ فاسد ہے، اور حضرت مجاہد تابعیؒ کہتے ہیں کہ دو عادتیں یعنی غیبت کرنا اور جھوٹ بولنا ایسی ہیں جو کہ روزے کو خراب کر دیتی ہیں۔ (عوارف المعارف، احیاء علوم الدین)

لہٰذا جو شخص روزے کے باوجود برائیوں سے نہ بچے، جھوٹ بولتا رہے اور غیبت کرتا پھرے اور جب روزہ افطار کرے تو رشوت اور حرام کے پیسوں سے خریدے ہوئے کھانے پر تو ایسے شخص کا روزہ بے سود ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں یہ حدیث ہے عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَنۡ لَمۡ یَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِہٖ فَلَیۡسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ ان یدع طعامہ وشرابہ

(بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے روزے میں جھوٹ اور اس پہ عمل کو نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

اب ہمیں خود سوچنا چاہیے کہ ہم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ جو روزے کے آداب کا خیال رکھتے ہیں۔ ہم میں سے بہتوں نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ روزہ بس

کھانے پینے سے رک جانے کا نام ہے حالانکہ اگر ہم روزے کو پورے خلوص اور آداب کے ساتھ نہیں رکھتے تو ہم بڑے ہی بدنصیب ہیں۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش نظر رکھنا چاہیے۔

رُبَّ صائمٍ لیسَ لہٗ مِنَ الصّیامِ الاَّ الجوعُ ورُبَّ قائمٍ لیسَ لہٗ مِنْ قیامہٖ الاَّ السَّھرُ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ :- بہت سے روزہ دار ہیں کہ انہیں روزہ رکھنے سے سوائے بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے قیام کرنے والے ہیں کہ انہیں بیدار رہنے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

مختصر طور پر روزے کے چند مسائل بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

## (ا) جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(۱) جان بوجھ کر کھانا پینا (۲) مباشرت کرنا۔ (۳) کلی کرتے وقت پانی کا حلق میں چلے جانا۔ (۴) غوطہ لگاتے وقت پانی کا حلق میں چلے جانا (۵) کان یا ناک میں دوائی ڈالنا۔ (۶) اپنی خواہش سے منہ بھر کر قے کرنا۔

## (ب) جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(۱) تیل لگانا (۲) مسواک کرنا (۳) سرمہ لگانا۔ (۴) احتلام ہو جانا (۵) بلا اختیار قے آجانا۔ (۶) بھول چوک کر کچھ کھا پی لینا۔ ۷۔ انجکشن لگوانا۔

## (ج) جن امور سے قضا واجب ہوتی ہے

(۱) سحری کے وقت اس خیال سے کھا پی

لیا جائے کہ ابھی وقت باقی ہے اور تحقیق سے پتہ چلے کہ وقت نہیں رہا تھا
(۲) اگر کوئی شخص بادل وغیرہ کی وجہ سے مغالطے میں آکر روزہ افطار کرے حالانکہ
ابھی سورج غروب نہ ہوا ہو اور بعد میں وہ ظاہر ہو جائے۔
(۳) مستورات کے لئے ایام حیض میں نماز اور روزے کے فرائض کی ادائیگی ساقط
ہے جبکہ نماز بالکل معاف ہوگی لیکن روزوں کی قضا لازم ہوگی۔ یعنی اتنے بعد میں
رکھنے ہوں گے۔

# ۳۔ سَحُریٰ

سحری یا سحور اس سحر کے کھانے کا نام ہے کہ جو رات کے آخری حصے
میں روزہ رکھنے کی خاطر کھایا جاتا ہے۔ اس کا ایک اور نام حدیث شریف میں
**الفلاح** آیا ہے جس کے لغوی معنی فوز و کامرانی اور بقاء و نجات کے ہیں
سحری کا یہ نام صحابہ کرامؓ میں بڑا مشہور تھا اور وہ اکثر و بیشتر سحری کو اسی نام
سے پکارتے تھے۔

علامہ خطابیؒ **الفلاح** کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ **الفلاح**
کی اصل بقا ہے اور سحور کا نام **الفلاح** اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ روزے کے
باقی رکھنے کا باعث ہے اور روزے میں یہ ایک مددگار چیز ثابت ہوتی ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے ذریعے روزے پر مدد حاصل
کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مثلاً حدیث ہے۔

عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

قَالَ اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَ بِالْقَيْلُوْلَةِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ ۔ (ابن ماجہ)

**توجمہ :۔** حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے پر اور قیلولہ (دوپہر کا سونا) کے ذریعے رات کے قیام پر مدد حاصل کیجئے۔

سحری کھانا بڑی برکت کی چیز ہے بلکہ رسول پاکؐ نے تو اسے مبارک ناشتے کا نام دیا ہے۔ سحری خود برکت ہے اور باعث برکت بھی۔ اس کا ثواب اسی طرح ملتا ہے کہ جس طرح دوسری عبادتوں کا ثواب ملتا ہے اس لئے اس سے بڑھ کر ہماری اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ مزے سے کھائیں اور مفت میں ثواب بھی پائیں۔ یہ سحری کا کھانا وہ نعمت ہے کہ جو اس سے پہلے کسی امت کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہود و نصاریٰ روزے رکھتے تھے مگر سحری سے محروم رہتے تھے چنانچہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ وہ چیزیں کہ جو امتِ محمدیہ کو بطور خاص دی گئی ہیں ان میں روزے سے پہلے سحری کا کھانا بھی ہے۔ امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک حدیث کے مطابق سحری ان تین کھانوں میں سے ایک ہے کہ جن کا قیامت کے دن کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سحری کھانے کی بڑی ترغیب دی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان فی السحور برکۃ۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

اس حدیث کو صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابو درداء رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے اور یہ صحاح ستہ میں سے اکثر کتابوں میں وارد ہوئی ہے

عن عرباض بن ساریۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یدعوا الی السحور فی شھر رمضان قال ھلموا الی الغداء المبارک۔ (نسائی)

ترجمہ:۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو ماہِ رمضان میں لوگوں کو بلاتے ہوئے سنا اور آپ فرما رہے ہیں کہ تم لوگ برکت والے کھانے کی طرف آجاؤ۔

عن المقدام بن معدیکرب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علیکم بغداء السحور فانہ ھو الغداء المبارک۔ (نسائی)

ترجمہ:۔ حضرت مقدام بن معدیکربؓ رسول کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم پر سحری کا کھانا لازم ہے کیونکہ بے شک وہ صبح کا مبارک کھانا ہے۔

اہلِ کتاب سحری نہیں کھاتے اور اس طرح عبادات میں غیر ضروری انتہا

پسندی غلو اور رہبانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کے متقابل مسلمان سحری کے ساتھ روزہ رکھ کر اپنی میانہ روی اور اعتدال پسندی کا ثبوت دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں سحری کو مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان وجہ امتیاز قرار دیا گیا ہے۔

عن عمرو بن العاص رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحور۔

(مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

ترجمہ:- حضرت عمرو بن العاص رضؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔

سحری چونکہ مسلمانوں کے روزے کی امتیازی علامت ہے اس لئے ہمیں سحری کے وقت تھوڑا بہت ضرور کھا لینا چاہیے اس طرح اتباعِ سنت کا ثواب مل جائے گا۔ سحری نہ کھانے سے روزے میں کچھ کسر رہ جانے اور ثواب سے محرومی کا اندیشہ ہے۔

سحری کا وقت بقول صاحبِ کشاف رات کا آخری چھٹا حصہ ہے ویسے بعض کے نزدیک سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے اور صبح کی نماز سے تھوڑا عرصہ پیشتر تک رہتا ہے۔ ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت مآبؐ میں اس قدر تاخیر کی جاتی تھی کہ نمازِ فجر کا وقت ہو جاتا تھا اور پچاس آیتوں کی قرأت کے برابر کا وقت رہ جاتا تھا جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضؓ کے ایک قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ترمذی شریف کی ایک حدیث میں نقل

ہوا ہے۔ مگر احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ وقت ختم ہونے سے پہلے ہی کھا پی لیا جائے اور یہی مشورہ ہم جیسے کاہل لوگوں کو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی دیا ہے۔ آنکھ نہ کھل سکنے کی وجہ سے سحری نہ کھائی جا سکے اور روزے کا وقت ہو جائے تو پھر روزہ بغیر سحری رکھ لیا جائے۔ سحری کھانے کے بعد سب سے بڑی احتیاط یہ لازم ہے کہ فجر کی نماز قضا نہ ہونے پائے کیونکہ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ سحری کھا کر سو رہتے ہیں اور نمازِ فجر سے محروم رہتے ہیں۔

# ۴۔ افطار

روزے کا وقت ختم ہونے پر جو کچھ کھایا جاتا ہے۔ اسے افطاری کہتے ہیں اور اس روزہ کھولنے کے عمل کو افطار کہتے ہیں چونکہ روزے دار سارا دن بھوکے پیاسے گزار دیتا ہے اس لئے افطار کے وقت اسے طبعاً ٹھنڈا پانی پی کر اور کھانا کھا کر بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے اور روحانی طور پر بھی وہ کیف و سرور محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ ایک عبادت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا چکا ہوتا ہے اس کے علاوہ افطار کرنے والے کی چشمِ تصور میں وہ عظیم القدر نعمت بھی ہوتی ہے کہ جو لقائے ربانی کہلاتی ہے اور اگرچہ اس کی خوشی کا صحیح اندازہ تو آخرت میں ہوگا۔ مندرجہ ذیل حدیث افطار کی خوشیوں کی ترجمان ہے

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فرحۃٌ عند فطرہٖ وفرحۃٌ عند لِقَاءِ ربہٖ۔ (مسلم و نسائی)

ترجمہ:۔ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری لقاء رب کے موقع پر میسر آئے گی۔

افطار کا وقت غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے غروب کے فوراً بعد روزہ کھول لینا چاہیے۔ اسلام نے جلدی افطار کرنے پر زور دیا ہے۔

▪ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایزال الدین ظاھرا ما عجّل الناس الفطر لان الیھود و النصاریٰ یؤخرون۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، دینِ اسلام غالب رہے گا کیونکہ یہودی اور عیسائی افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

شرح:۔ ابن ماجہ کی روایت میں صرف یہود کا تذکرہ ہے۔ اہل کتاب نے بلا وجہ غلو اور تعمق سے کام لیتے ہوئے اپنے طور پر اپنے اوپر پابندیاں عائد کر لی تھیں حالانکہ دینِ فطرت نے ہرگز اس کی تلقین نہیں کی تھی۔

۲۔ ترجمہ حدیث۔ حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جب تک لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے تب تک وہ اچھے اور بھلائی پر قائم رہیں گے۔ (بخاری۔ ترمذی۔ موطا امام مالک)

۳۔ ترجمہ حدیث: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ

اس بندے سے محبت ہے کہ جو سب سے جلدی افطار کرے۔ (ترمذی)

افطار کی عجلت میں آسانی اور سہولت ہے اور دینِ حق کی خوبی بھی یہی ہے کہ وہ نوعِ انسان کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے اور لوگوں کو "شکی" بنانے سے بچاتا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی افطار میں جلدی کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

روزے کے افطار میں عجلت سے کام لیتے رہنا دوسرے مذاہب سے ملنے جلنے اور ان کی تحریف اور تبدیلی سے باز رہنے کا موجب ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

وقت پر افطار کرنا ضروری ہے خواہ افطاری پانی کے چند گھونٹوں پر ہو۔ بہتر ہے کہ افطار کھجور، خرمے، دودھ یا کسی اور میٹھی چیز پر ہو۔

افطار کے موقع پر دعائیں ضرور مانگنی چاہیں کیونکہ یہ قبولِ دعا کا وقت ہے۔ حضرت محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

دعاؤں میں سے قبولیت کے زیادہ قریب وہ دعا ہوتی ہے کہ جو ایسے وقت مانگی جائے کہ جس میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ ان اوقات میں سے نمازوں کے بعد اور افطار کے بعد کی دعائیں ہیں کیونکہ اس وقت نفس انسانی کو کمال مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت معاذ بن زہرہؓ سے ابوداؤد شریف میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ رسول پاکؐ جب روزہ افطار کرتے تھے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمۡتُ وَعَلٰی رِزۡقِکَ اَفۡطَرۡتُ :۔

ترجمہ :۔ میرے اللہ! میں نے تیری ہی رضا کی خاطر روزہ رکھا ہے اور تیرے ہی رزق پر اسے افطار کیا ہے۔

افطار کے وقت بہت زیادہ کھانا مناسب نہیں بلکہ یہ روزے کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

امام غزالیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بیان کرتے ہیں کہ روزے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے روزمرہ کے کھانے سے کم کھائے ورنہ اگر کھانے کے ایک وقت پر بہت سے کھانے جمع کر لئے جائیں تو روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ روزے کا مقصد تو یہ ہے کہ نفس کو مغلوب کیا جائے۔ (احیاء علوم الدین، عوارف المعارف)

بعض لوگ روزہ رکھ کر وقت کٹی کے لئے تاش کھیلتے ہیں اور لہو و لعب میں مصروف رہتے ہیں یا غیبت کرتے رہتے ہیں اور جب افطار کرتے ہیں تو حرام مال یعنی رشوت وغیرہ سے خریدے ہوئے کھانے پر روزہ کھولتے ہیں یا اس وقت غیبت کی محفلیں جماتے ہیں تو ان کی افطاری نہایت بری افطاری ہے۔ افطار کرنا ایک عبادت ہے اور اس میں بھی تقویٰ اور پرہیزگاری درکار ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عقل مندوں کا سونا اور افطار کرنا بھی کس قدر عمدہ ہے کیونکہ بعض دفعہ بے عقلوں کا بیدار رہنا اور روزے رکھنا ان کے نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ بیشک

اہلِ یقین اور پرہیزگاروں کا ذرہ بھر عمل، فریب خوردہ لوگوں کے پہاڑ ایسے عملوں سے بہتر اور افضل ہے۔ (عوارف المعارف)

افطار کرنے کے ساتھ ساتھ افطار کرانا بھی عبادت اور کارِ ثواب ہے۔ روزہ کھلوانے کیلئے کسی بڑے اہتمام کی ضرورت نہیں جسب توفیق جو کچھ میسّر آئے کھلا دیا جائے خواہ چند کھجوریں ہی ہوں یا پانی کے چند گھونٹ ہوں۔ بہر حال یہیں ثواب مل جائے گا۔

مندرجہ ذیل احادیث افطار کرانے کے ثواب پر روشنی ڈالتی ہیں۔

ترجمہ حدیث :۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے روزے دار کا روزہ کھلوایا اس کے لئے اجر ہوگا بغیر اس کہ روزے دار کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

رسول پاکؐ نے فرمایا ماہ رمضان ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے جو شخص اس میں کسی روزے دار کا روزہ کھلواتا ہے تو اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور اس کی دوزخ سے گلو خلاصی ہو جاتی ہے جبکہ روزے دار کے اپنے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم میں سے ہر شخص کی تو یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی روزے دار کا روزہ افطار کرا سکے۔

یہ سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دیدیتا ہے کہ جو دودھ کے ایک گھونٹ پر یا ایک آدھ کھجور کھلا کر یا صرف پانی ہی پلا

کر کسی کا روزہ کھلوائے اور جو شخص روزے دار کو سیر کر کے کھلائے پلائے تو اسے اللہ تعالیٰ حوضِ کوثر سے آبِ کوثر پلائیں گے کہ پھر کبھی تشنگی محسوس نہ ہو گی. یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

سحری اور افطار دو ایسے موقعے ہیں کہ جن میں جتنا زیادہ خرچ ہو جائے اس کے بارے میں قیامت کے دن باز پرس نہیں ہو گی۔

امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں ایک حدیث کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ تین کھانے ایسے ہیں کہ ان کا آخرت میں کوئی حساب کتاب نہیں ہو گا۔

۱۔ وہ کھانا کہ جو سحر کے وقت ماہِ رمضان میں کھایا جائے۔

۲۔ وہ افطاری کہ جو روزے کے افطار کے وقت کھائی جائے۔

۳۔ وہ کھانا کہ جو دوستوں کو کھلایا جائے اور ان کے ساتھ کھایا جائے۔

# ۵۔ تراویح

تراویح دراصل ترویح کی جمع ہے اور یہ لفظ روح سے بنا ہے کہ جس کے لغوی معنیٰ آرام کرنے اور سستانے کے ہیں۔ چونکہ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد کسی قدر آرام کیا جاتا ہے اس لئے یہ نام رکھ دیا گیا ہے۔ ہر چار رکعت تراویح کے بعد آرام کرنے کے بعد یہ تسبیح تراویح پڑھی جاتی ہے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَ الْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَ الْعَظَمَةِ وَ الْهَيْبَةِ وَ الْقُدْرَةِ وَ الْكِبْرِيَاءِ وَ الْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ

رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قیام اللیل کی ترغیب دی ہے۔ اس سے مراد تراویح ہیں۔

قیام رمضان کے بارے میں یہ مشہور حدیث ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (صحاح ستہ)

**ترجمہ:۔** حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے ماہ رمضان میں ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا تو اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

**شرح:۔** امام نووی تشریح کرتے ہیں کہ ایمان کی حالت سے مراد یہ ہے کہ قیام کرنے والا اس امر کی تصدیق کرتے ہوئے قیام کرے کہ یہ خدا کی طرف سے ایک طاعت اور عبادت ہے اور احتساب سے مراد یہ ہے کہ قیام محض خوشنودی خدا کے لئے ہو اور یہ عمل دکھاوے اور ریاکاری کے لئے نہ ہو جمہور علماء کے نزدیک اس حدیث میں جن گناہوں کے بخشے جانے کا وعدہ ہے وہ گناہ صغیرہ ہیں۔

تراویح قرآن پاک کے ورد کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ قرآن کو اس ماہ مبارک سے جو خصوصی تعلق ہے اس کا تقاضا تھا کہ اس ماہ میں قرآن کو زیادہ سے زیادہ پڑھا جاتا، سنا اور سنایا جاتا اور اس مقصد کو تراویح بطریق احسن پورا کرتی ہیں۔

حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ ہر رمضان میں رسول پاکؐ کے پاس آکر قرآن کو سنتے سناتے تھے اور جس سال آپؐ کا انتقال ہوا اس ماہِ رمضان میں دوبارہ یہ قرآن کا دور کیا گیا تھا۔

ایامِ رمضان کی دو عبادتیں خاص ہیں (۱) دن کو روزے رکھنا۔(۲) رات کو قیام کرنا اور تراویح میں قرآن کا سننا اور سنانا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن بروزِ محشر بندے کے لئے سفارش کریں گے روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اسے دن کے وقت کھانے اور شہواتِ نفسانیہ سے روکے رکھا۔ پس اب میری سفارش اس کے بارے میں قبول فرمالیجئے اور قرآن کہے گا پالنے والے! میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا تھا پس میری شفاعت قبول کرلیجئے چنانچہ ان دونوں کی سفارشیں قبول کرلی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ)

تراویح کی جماعت کا جہاں تک تعلق ہے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود چند راتوں تک جماعت کرائی تھی لیکن بعد میں ایسا کرنا ترک فرما دیا تھا کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائیں کیونکہ نزولِ قرآن کا زمانہ تھا اور فرض ہو جانے کے بعد اگر کوئی تراویح نہ پڑھتا تو بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا۔

آنحضرتؐ نے جماعت کے لئے باہر تشریف نہ لانے کی یہی وجہ بیان فرمائی ہے

خشیتُ ان یفرض علیکم۔ (نسائی)

ترجمہ:۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ تم پر فرض ہی نہ ہو جائیں۔

تراویح کی باقاعدہ جماعت خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ مبارک میں

ہوئی۔ حضرت فاروق رضؓ کو قربِ خداوندی اور اپنی مایۂ ناز بصیرتِ ایمانی کی وجہ سے یہ شرف حاصل رہا ہے کہ شریعتِ اسلام کے کئی احکام آپ رضؓ کی پاکیزہ آرزوں کا ثمر ہیں اور جو فیصلے آپ نے کئے انہیں صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کی پوری تائید حاصل رہی ہے اور وہ بلا شبہ اجماعِ صحابہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ تراویح کو باقاعدہ ایک امام کی اقتدا میں پڑھانے کا اہتمام دراصل خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے پاک رسولؐ کی منشاء کو پورا کرنا تھا اور یہی اس کا صحیح وقت تھا کیونکہ اب فرضیت کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔

عہدِ فاروقی میں حضرت ابی بن کعب رضؓ مسجدِ نبوی میں تراویح کی جماعت کے لئے منتخب کئے گئے کہ جو رسول اللہؐ کے چار منتخب قاریوں میں سے تھے۔

حضرت عثمان رضؓ کے عہد میں بھی تراویح کی جماعت ہوتی رہی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں جامع مسجد کوفہ میں تراویح کی جماعت کے لئے حضرت شیتر بن شکل کو مقرر کیا۔ بعد ازاں ایک اور امام کا تقرر عمل میں لایا گیا اس طرح خلافتِ راشدہ کے بابرکت عہد سے قیامِ رمضان تراویح کی شکل میں ذوق و شوق اور پورے اہتمام کے ساتھ ہوتا رہا ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک باقی رہے گا اور جب تک یہ تراویح مساجد میں پڑھائی جاتی رہیں گی اس کے ثواب کا ایک حصہ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ کی روح کو پہنچتا رہے گا۔

علمائے کرام نے کہا ہے کہ تراویح رمضان میں قرآن کا ختم کرنا سنت ہے قرآن پاک کا سننا بے شک کارِ ثواب ہے لیکن اس کے معنوں کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ عربی زبان سیکھیں

تاکہ قرآن کو سمجھ سکیں۔

تراویح کی رکعات کے بارے میں سوادِ اعظم اور جمہور اہل سنت کا بیس رکعات پر اتفاق ہے اور اسی تعداد کو احادیث اور آثارِ صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ البتہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک تراویح کی رکعات آٹھ ہیں اور وہ اپنے مؤقف پر بعض احادیث سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:-

صحابہ کرام اور تابعین نے قیام رمضان میں تین چیزیں اور زیادہ کی ہیں۔

(۱) مساجد میں اس قیام کے لئے جمع ہونا تاکہ ہر خاص و عام کے لئے آسانی رہے۔

(۲) اول شب میں ادا کرنا یہ بھی لوگوں کی سہولت کی خاطر ہے۔

(۳) بیس رکعت کی تعداد مقرر کرنا۔

اور تعداد مقرر کر دینے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول پاکؐ نے محسنین کے لئے سارا سال گیارہ رکعات روزانہ مقرر کی ہیں۔ پس اس پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے اندر مسلمان کا حصہ جبکہ وہ تشبّہ بالملکوت کے بحر میں داخل ہونے کا قصد کرے یہ تعدادِ رکعات گیارہ رکعات کے دو چند سے کم نہ ہونا چاہیے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

غالباً محدث دہلویؒ کے اس قول سے کہ آنحضرتؐ نے محسنین کے لئے گیارہ رکعات مقرر کی ہیں سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جو رسول پاکؐ کے تہجد کے بارے میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ آنحضرتؐ رات تہجد وتر کی نماز، رمضان اور دوسرے مہینوں میں

گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ (ملاحظہ ہو ترمذی ابواب الصلوٰۃ)

علامہ حلبیؒ نے تراویح کے بیس رکعات ہونے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ سنتیں دراصل واجب اور فرائض کو مکمل کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہیں یعنی اگر فرائض کی ادائیگی میں کوئی کسر رہ گئی ہو تو وہ ان سنتوں کے ذریعے پوری ہو جاتے اور ثواب میں کمی نہ رہ جاتے اور دن رات میں فرض اور واجب رکعتوں کی تعداد ملا کر بیس ہوتی ہے یعنی فجر ۲ رکعت۔ ظہر ۴ رکعت، عصر چار رکعت، مغرب ۳ رکعت اور عشاء ۴ رکعت فرض اور ۳ رکعت وتر واجب، کل ۲۰ رکعات، اس لئے رمضان میں تراویح کی رکعت بیس رکھ دی گئی تاکہ تکمیل کرنے والی اور تکمیل ہونے والی چیز میں مساوات رہے۔

# ۶۔ اعتکاف

اعتکاف کے لغوی معنیٰ رک جانے اور تعظیماً جم کر کسی جگہ بیٹھ جانے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد کچھ دنوں کے لئے مسجد میں ٹھہرے رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان المبارک میں یہ موقع فراہم کر دیا ہے کہ کچھ دنوں تک اگر ہم چاہیں تو اعتکاف کے ذریعے اپنے آپ کو عبادت کے لئے وقف کر سکتے ہیں۔ خدا کے جو نیک بندے ہیں ان کی تو خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنا بیشتر وقت عبادات میں گذاریں اور خدا سے لو لگائے بیٹھے رہیں اور ایک شاعر کے الفاظ میں وہ بس یہی چاہتے ہیں۔

ع بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کا ہو جائے اور ساری مشغولیتوں کو چھوڑ چھاڑ کر اس کی عبادت میں مشغول رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے جیسا کہ یہ حدیث بیان کرتی ہے۔

اِن النبی کان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان۔

(صحیح مسلم، جامع ترمذی)

ترجمہ:۔ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔

اس مضمون کی روایات حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابو یعلیٰؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔

حضرت نافعؓ کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے مسجدِ نبویؐ میں وہ مقام دکھایا جہاں رسولِ پاکؐ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔

حضور سرور کائناتؐ کی زندگی میں جو آخری رمضان آیا اس میں آپؐ نے خلافِ معمول بیس دن اعتکاف فرمایا اور اس امر پہ یہ حدیث روشنی ڈالتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ہر سال دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال وفات واقع ہوئی۔ اس سال بیس دن اعتکاف فرمایا۔

(ابن ماجہ)

رمضان المبارک میں اور خاص کر آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے کا ایک مقصد

شبِ قدر کو پانا ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے رمضان کے آخری دس دنوں میں پوری یکسوئی کے ساتھ عبادت کی جاسکتی ہے اور غفلت میں وقت ضائع نہیں ہوتا اور شبِ قدر کے انہی دس دنوں میں پائے جانے کا قوی امکان ہے۔

چنانچہ اس باب میں کئی صحابیوں سے حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن کے راوی حضرت عمر فاروق، حضرت ابن عباس، حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن کعب حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت بلال، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت انس، حضرت فلتان بن عاصم، حضرت ابوسعید الخدری اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے بزرگ ہیں۔ ان کی راویات کا مضمون یہ ہے کہ رسول پاکؐ ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف میں رہا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ شب قدر کو رمضان کے آخری دس دنوں میں تلاش کیا کرو۔

عشرہِ آخر کی طاق راتوں میں مندرجہ ذیل دُعا پڑھتے رہنا چاہیئے کیونکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو لیلۃ القدر پانے پر یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ! بے شک تو بہت معاف کرنے والا ہے اور تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے بھی معاف فرما دیا۔

اعتکاف سے بھی روزے کی طرح تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جس طرح روزے کی فرضیت کی آیت

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم متقی بن جاؤ) پر ختم ہوئی ہے۔ اسی طرح اعتکاف کے آداب کی آیت لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (تاکہ وہ متقی بن جائیں) پر ختم ہوتی ہے۔ آیت یہ ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ ط تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیَاتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ (۲/۱۸۷)

**ترجمہ:۔** جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت اور خلوت نہ کرو۔ یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدیں ہیں پس ان سے دور رہو۔ اللہ اسی طرح اپنے احکام اور آیات لوگوں کے لئے واضح کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ متقی بن سکیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف ہمیشہ مسجد میں کیا جاتا ہے۔ فقہاء امت نے اعتکاف کے لئے جامع مسجد کو ترجیح دی ہے کہ جس میں جمعہ و جماعت ہوتی ہو۔ یا ایسی مسجد میں ہو کہ جہاں پانچ وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ عورتوں کو اپنے گھر میں اعتکاف کرنا چاہیئے۔ گھر میں نماز کے لئے کوئی جگہ مقرر کی گئی ہو تو وہاں بہتر ہے۔ ورنہ مکان کا کوئی گوشہ منتخب کر لینا چاہیئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں چونکہ مسجد کے اندر اعتکاف کرنا دل جمعی، قلب کی صفائی، عبادت کے لئے فراغت ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے اور شب قدر پانے کے لئے محو انتظار رہنے کا سبب تھا۔ اس واسطے رسول اکرمؐ نے اس کو عشرہ آخر میں پسند فرمایا۔ اور اپنی امت کے محسنین کے لئے اس کو مسنون فرمایا (حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اعتکاف کی مصروفیات کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اعتکاف کی حالت میں ایسے کاموں میں منہمک رہنا چاہیئے کہ جو تقربِ الٰہی کا باعث ہیں مثلاً تلاوتِ کلامِ پاک، تسبیح (سبحان اللہ کہنا) تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) کا ذکر کرنا اور غور و فکر کرنا (غنیۃ الطالبین)

حضرت قاسم بن محمد اور حضرت نافع کہتے ہیں کہ اعتکاف روزے کے بغیر روا نہیں۔

اعتکاف اور اس کے آداب کے بارے میں غور کرنے سے یہ حقیقت اُجاگر ہو جاتی ہے کہ اعتکاف خلوت بھی ہے اور جلوت بھی، بلکہ یہ دونوں کا حسین امتزاج ہے۔ اعتکاف بالکل عزلت گزینی اور گوشہ گیری نہیں کیونکہ اعتکاف کی جگہ مسجد کو قرار دیا گیا ہے کہ جہاں کم از کم پانچ وقت لوگ جمع ہوتے ہیں اور رات کے وقت تراویح کی وجہ سے اجتماع رہتا ہے۔ اس طرح نمازیوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ لیکن باہر جا کر کسی سے ملنے کی اجازت نہیں۔ جو پاس آئے اس سے ضروری باتیں کی جا سکتی ہیں۔ اعتکاف میں روزے کے وقت کے علاوہ کھانے پینے کی اجازت ہے۔ لیکن بیویوں سے مباشرت کی ممانعت ہے کیونکہ کھانے پینے سے توجہ میں کوئی خاص خلل نہیں پڑتا۔ مثلاً عام تجربہ ہے کہ کھاتے پیتے وقت کتاب یا اخبار کا مطالعہ ہوتا رہتا ہے مگر مباشرت سے توجہ الی اللہ میں ضرور فرق پڑنے کا اندیشہ ہے۔

اعتکاف کرنا سنت ہے اور یہ سنت بھی ایسی ہے کہ بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس کے آداب تبلائے گئے ہیں۔ تاہم اس کے فرض عین یا واجب ہونے کا کوئی حکم نہیں، یہ اس وجہ سے کہ مسلمان تکلیف میں نہ پڑ جائیں۔ بہر حال اعتکاف کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ مگر نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا بلکہ بعض فقہا کے نزدیک یہ فرض کفایہ ہے کہ اگر کسی بستی یا محلے کا کوئی شخص اعتکاف کرے تو باقیوں کے سر سے یہ ذمہ داری اتر جاتی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ اگر حالات اجازت دیں تو اس ثواب سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

# ۷ تلاوتِ قرآن

الہامی کتابوں میں سے صرف قرآن پاک کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اپنی اصلی زبان میں محفوظ ہے اور اسے سب سے زیادہ پڑھا اور حفظ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ثواب کا کام اور عبادت ہے، بلکہ امام غزالیؒ کے قول کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت افضل ترین عبادت ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس کے پڑھنے سے اس کی عظمت تازہ ہوتی ہے۔ (کیمیائے سعادت)

قرآن مجید کا دیکھنا، چھونا، پڑھنا، پڑھانا، لکھنا لکھانا، حفظ کرنا، کرانا سننا، سنانا، معانی سمجھنا سمجھانا، عمل کرنا اور کرانا سب ثواب ہی ثواب ہے۔

تلاوتِ قرآن کے ایک ایک حرف کا ثواب ملتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ قرآن کی تلاوت کیا کرو کیونکہ قرآن کے ہر حرف کے عوض دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور یاد رکھو کہ میرا یہ مطلب نہیں کہ "الم" ایک

حرف ہے، بلکہ "ا" الگ ہے "ل" الگ ہے اور "م" الگ حرف ہے اور اس طرح تیس نیکیوں کا ثواب مل جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تلاوتِ قرآن کے آداب کے بارے میں لکھتے ہیں: تلاوتِ قرآن کی روح یہ ہے کہ انسان نہایت ذوق و شوق اور تعظیم کیساتھ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو، اسکے مواعظ میں غور و فکر کرے اسکے احکام میں اطاعت کا شعور طلب کرے۔ اس کی امثال اور قصص سے عبرت حاصل کرے اور جب اللہ کی کسی آیتِ صفات اور اسکی نشانیوں پر سے گزرے تو سبحان اللہ کہے اور جنت اور رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل و کرم کا سوال کرے اور جب دوزخ اور غضب کی آیت پر سے گزرے تو اس کی پناہ مانگے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

رمضان المبارک کو قرآن سے خصوصی تعلق ہے کیونکہ قرآن اسی مہینے میں نازل ہونا شروع ہوا۔ اس لحاظ سے اگر ہم ماہ رمضان کو قرآن کی سالگرہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ رمضان میں ہی ہر سال جبرائیلؑ اگر رسول پاکؐ کو قرآن سناتے تھے اور سنتے بھی تھے۔ جب وفات کا سال آیا تو اس رمضان میں قرآن دوبار پیش کیا گیا یعنی دو دفعہ سنا سنایا گیا۔

قرآن مجید کے رمضان کے ساتھ اس خاص تعلق کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں اس ماہ میں زیادہ تلاوت کرنا چاہیے: تلاوتِ قرآن کا ایک پہلو بلاشبہ تراویح ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی تلاوت کو لازم پکڑنا چاہیے۔ اس ماہ مبارک میں قرآن مجید اللہ تعالیٰ کیطرف سے ایک لاجواب تحفہ ملا ہے کہ جو ہماری باطنی امراض کیلئے نسخہ شفا ہے ہمارا دستور حیات ہے اور اللہ کا پیغامِ آخرین ہے۔ اس تحفے کی قدر کرنا ہمارا فرض ہے لیکن افسوس ہم اس دور کے مسلمان اس کیطرف پوری توجہ نہیں دیتے اور یہ امر خدا کی ناراضی کا موجب ہے، امام غزالیؒ رقم طراز ہیں۔

توراۃ میں ہے کہ اے بندے تجھے شرم آنی چاہیئے اگر تیرے پاس کسی عزیز کا خط آتا ہے تو، تو ایک جگہ بیٹھ کر اسے غور سے پڑھتا ہے لیکن یہ کتاب جو میرا پیغام ہے۔ اسکی طرف کوئی التفات نہیں کرتا اور نہ تلاوت کی تکلیف گوارا کرتا ہے۔ اگر کوئی تلاوت کرتا بھی ہے تو اس کے معنی سمجھنے کی چنداں کوشش نہیں کرتا (کیمیائے سعادت)

تلاوتِ کلام اللہ سے روح میں تازگی اور ایمان کی حرارت پیدا ہوتی ہے ثواب اور فیوض و برکات میں اضافہ ہوتا ہے۔ حقائق و معرفت کے راز کھلتے ہیں اور دل کی صفائی اور باطن کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں ایک حدیث کا حوالہ دے کر بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ایک بار فرمایا کہ آدمیوں کے دلوں کو بھی لوہے کی طرح زنگ لگ جاتا ہے، صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! وہ کیسے دور کیا جا سکتا ہے۔

حضور پاکؐ نے جواب دیا کہ موت کو یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن سے۔ اور مزید فرمایا کہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو تم لوگوں میں دو واعظ چھوڑ جاؤں گا جو تم کو راہ راست پر لاتے رہیں گے۔ ایک واعظ صامت (خاموش نصیحت کرنے والا) دوسرا واعظ ناطق (بولنے والا) واعظ صامت موت ہے اور واعظ ناطق "قرآن" ہے۔

## ۸۔ ذکر الٰہی !

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کے کثرت کے ساتھ سر انجام دینے کی تلقین کی گئی ہے۔ رمضان المبارک میں ذکرِ الٰہی کا کرنا زیادہ مشکل بھی نہیں

کیونکہ اس بابرکت مہینے میں خدا کو یاد کرنے کے مواقع عام میسّر ہوتے ہیں۔ رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، عبادت میں جی لگتا ہے اور روزوں کی وجہ سے ملکوتی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بھوک سے ذکرِ الٰہی میں لطف آتے لگتا ہے۔ کیونکہ بھوک کی وجہ سے دل کی تمام کثافتیں دور ہو جاتی ہیں جبکہ سیری میں انسان میں سختی پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے اس وقت جو عبادت کی جاتے وہ دل پر اثر نہیں کرتی۔

دل کی صفائی کے لئے ذکر بذاتِ خود ایک مفید چیز ہے جیسا کہ ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی اسے صاف کرنے والی اور میل کچیل دور کرنیوالی چیز ہوتی ہے، اسی طرح دل کی صفائی کے لئے بھی ایک چیز ہے اور وہ اللہ کا ذکر ہے۔ ماہِ رمضان میں جب تصفیۂ قلب کی خاطر دو چیزیں۔ بھوکے رہنا اور ذکرِ الٰہی کرنا ل جائیں گی تو اس سے جو فوائد حاصل ہوں گے، وہ بیان سے باہر ہیں۔

ذکر سے دل کی صرف صفائی ہی نہیں ہوتی بلکہ اسے طمانیت بھی میسّر آجاتی ہے اور اطمینانِ قلب ایک ایسی دولت ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہے۔

دورِ حاضر کے لوگ اپنی تمام تر ترقیوں کے باوجود، سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، اور انہیں شاید یہ خبر بھی نہیں کہ سکونِ قلب کا ایک لاجواب نسخہ بھی موجود ہے۔

قرآن پاک کے حسب ذیل الفاظ ہمیں اس نسخۂ شفا کی یاد دلاتے ہیں۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

ترجمہ:۔ یاد رکھو، اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

غریب لوگوں کے لیئے جو صدقہ و خیرات کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، ذکر الٰہی کر لینا انکا صدقہ و خیرات ہے، اس کے ذریعے سے وہ لوگ ثواب میں صدقہ و خیرات کرنے والے امیروں کے برابر ہو سکتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ کچھ غریب صحابہؓ رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ امیر لوگ ہم سے ثواب میں بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ نماز روزے میں تو ہم ان کے برابر ہیں۔ لیکن وہ حج جہاد روپے پیسے کی وجہ سے آسانی سے کر سکتے ہیں اور صدقہ زکوٰۃ دیکر ثواب کما لیتے ہیں۔ ہمارے پاس پیسے نہیں، اس لئے ایسا نہیں کر سکتے۔

آنحضرتؐ نے اس پر فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں کہ جس سے تم ثواب میں ان کے برابر ہو جاؤ۔

صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! ضرور بتایئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کا ذکر کیا کرو۔

پس ہمیں چاہیئے کہ رمضان المبارک میں خواہ ہم امیر ہوں یا غریب ہم خدا کا ذکر کیا کریں۔ اگر ہم خدا کو یاد کریں گے تو وہ رحمتیں اور برکتیں نازل کرتے وقت ضرور ہمیں یاد رکھے گا۔ کیونکہ اسکا اپنا وعدہ ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (۲/۱۵۲)

ترجمہ:۔ تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ میرا شکر ادا کرو۔ اور کفرانِ نعمت نہ کرو۔

رمضان المبارک ایک حدیث کے مطابق عید کا مہینہ بھی ہے۔ اس لئے اس میں تکبیر و

تہلیل زیادہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اسلام نے عید اور خوشی کے موقع پر اظہارِ مسرت کے لئے تکبیر و تہلیل کو اختیار کیا ہے۔

# ۹۔ نوافل

ماہِ رمضان میں نوافل ادا کرنے کا بھی بڑا ثواب ہے۔ بلکہ ایک حدیث ہے
من تقرب فیہ بخصلة من الخیر کان کمن ادّی فریضة
فیما سواہ (مشکوٰۃ)
ترجمہ:۔ جو شخص اس مہینے میں کوئی نفلی نیکی سرانجام دے گا تو وہ اس شخص کی مانند ہے کہ جو کسی دوسرے مہینے میں فرض ادا کرے۔

لہٰذا اس برکت والے مہینے میں جس قدر ممکن ہو وقت نوافل ادا کرنے میں گزارنا چاہیئے۔ ہمارے بزرگانِ دین اس ماہ میں بہت زیادہ نفل پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ ماہِ رمضان کی ہر رات چار سو رکعت نمازِ نافلہ ادا کیا کرتے تھے۔

# ۱۰۔ عمرۃ الحج

عمرہ، حج سے کمتر درجے کی عبادت ہے۔ حج ایک مقررہ مہینے یعنی ذی الحجہ میں کیا جاتا ہے اور خاص کر ۹ ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں اکٹھے ہونے کا

نام ہے۔ جبکہ عمرہ جس مہینے میں ہم چاہیں ادا کر سکتے ہیں اگرچہ اس کا ثواب حج سے کم ہے۔ لیکن جو عمرہ رمضان میں کیا جائے تو وہ اس مہینے کی برکت کے طفیل ثواب میں حج کے برابر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کو بہت سے صحابہ کرام رضؓ نے روایت کیا ہے جن میں سے حضرت وہب بن خنبش رضؓ، حضرت ہرم بن خنبش رضؓ، حضرت ابو معقل رضؓ، حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ، حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت انس بن مالک رضؓ نیز ایک صحابیہ حضرت ام معقل رضؓ قابلِ ذکر ہیں۔ حدیث یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃٌ فی رمضان تعدل حجۃً (بخاری)

ترجمہ :۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں جو عمرہ کیا جائے وہ حج کے برابر ہے۔

امام اسحاق رحؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معنوں کے اعتبار سے ویسی ہے جیسا کہ رسول اکرم صؐ نے فرمایا کہ جس نے سورۃ اخلاص (قل ہو اللہ احد) ایک بار پڑھی اس نے گویا ایک تہائی قرآن پڑھ لیا۔ یعنی اسے تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ثواب ملے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی توجیہہ یہ ہے کہ حج کو عمرہ پر جو فضیلت حاصل ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ حج میں شعائر اللہ کی تعظیم اور لوگوں کا نزولِ رحمت کے لئے مجتمع ہونا پایا جاتا ہے اور عمرہ میں یہ بات نہیں مگر رمضان کے مہینے

میں جو عمرہ پایا جاتا ہے وہ حج کا اس وجہ سے کام دیتا ہے کہ اس مبارک مہینے میں اعمال میں حسن کارانہ انداز اختیار کرنے والے محسنین کے انوار کا پرتو پڑنے اور روحانیت کے نازل ہونے کا وقت ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

اس لئے اگر خداوند تعالیٰ ہمیں توفیق دیں اور عمرے کا موقع نصیب ہو سکے تو رمضان المبارک میں اس سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔ حجازِ مقدس کے قرب وجوار کے سعادت مند اس نعمت سے بھی آسانی کے ساتھ فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

## ۱۱۔ صدقہ وخیرات

صدقہ وخیرات کو رمضان المبارک سے ایک گہرا تعلق ہے کیونکہ اس مہینے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے۔ اور اس امر پر یہ حدیث روشنی ڈالتی ہے

ان عبد اللہ بن عباس رض کان یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل وکان جبریل یلقاہ فی کل لیلہ من رمضان فیدارسہ القران قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین یلقاہ جبریل اجود بالخیر من الریح المرسلۃ

(سنن نسائی)

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ رسول پاکؐ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور ماہ رمضان میں جبکہ جبریلؑ سے ملاقات ہوتی تو بہت ہی زیادہ سخی اور فیاض ہو جاتے تھے اور حضرت جبریلؑ آپ کو رمضان کی ہر رات ملا کرتے تھے اور آپؐ کو قرآن سنایا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ مزید بتاتے ہیں کہ رسول پاکؐ کی جبریل علیہ السلام سے جب ملاقات ہوتی تھی تو آپؐ بے روک ٹوک چلنے والے تیز ہوا سے بھی بڑھ کر خیر و خیرات میں سخاوت کیا کرتے تھے۔

علامہ محمد بن الہادی سندھیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جود و سخا میں کثرت کو اختیار کرنا یا تو رمضان المبارک کی فضیلت کی وجہ سے تھا یا حضرت جبریلؑ کی آمد کی خوشی اور شکریئے میں ایسا تھا۔

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا صدقہ کون سا ہے؟

آپؐ نے فرمایا وہ صدقہ جو ماہِ رمضان میں دیا جائے۔

رمضان المبارک میں روزے افطار کرانا صدقہ و خیرات کی بہترین صورت ہے۔ ماہ رمضان کے بخیر و خوبی گزر جانے پر بھی صدقہ دینا چاہیئے اور یہ صدقہ، صدقہ فطر کہلاتا ہے۔ اور یہ واجب ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ ماہ رمضان میں صدقہ و خیرات کی ادائیگی کو

روزے کی چھ سنتوں میں سے ایک سنت قرار دیتے ہیں، مزید براں وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو بھی اِس ماہ میں افضل بتاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے لئے کوئی مہینہ مقرر کر لینا چاہیئے اور وہ فضیلت والا وقت ہونا چاہیئے تاکہ اس کے باعث قربِ الٰہی زیادہ ہو اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے۔ مثلاً یہ زکوٰۃ ماہ محرم میں دی جائے کہ سال کے شروع کا مہینہ ہے اور قابلِ احترام مہینوں میں سے ہے یا ماہ رمضان میں زکوٰۃ نکالی جائے کہ رسول پاکؐ اس ماہ میں سب سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے اور تیز آندھی کی طرح ہوا کرتے تھے کہ گھر میں کوئی چیز نہ رکھتے تھے اور رمضان میں شبِ قدر کی بھی فضیلت ہے نیز قرآن بھی اسی میں نازل ہوا تھا۔ (احیاء علوم الدین)

یہ مہینہ آکر ہر سال ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اس میں ہمارے پیارے رسولؐ زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے، اس لئے ہمیں بھی ان کی اتباع میں زیادہ جود وسخا سے کام لینا چاہیئے۔

یہ مہینہ غم خواری اور ہمدردی کا مہینہ بھی ہے۔ اس لئے بھی ہمیں اس میں زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنا چاہیئے تاکہ خدا کی خوشنودی ہمیں حاصل ہو۔ جس طرح ہم ہدیہ یا تحفہ کسی شخص کو خاص کر کسی دوست کو خوش کرنے کے لئے دیتے ہیں۔ اسی طرح صدقہ خدا کو خوش کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔

صدقہ کا لفظ چونکہ صدق سے نکلا ہے اس لئے صدقہ ہمیشہ صدق دلی سے ادا کرنا چاہیئے۔ صدقہ میں دی ہوئی چیز خواہ معمولی کیوں نہ ہو اگر خلوص سے دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی گراں قدر ہے۔ اسلام نے صدقہ دینے اور لینے

کے آداب بھی مقرر کر دیتے ہیں، مثلاً قرآن میں صدقہ دینے والے کو صدقہ دے کر احسان نہ جتلانے، ایسے کلمات نہ کہنے کہ جس سے عزتِ نفس کو ٹھیس پہنچتی ہو۔ اور ریاکاری نہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے، بلکہ حدیث میں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ صدقہ اس طرح دیا جائے کہ اگر دائیں ہاتھ سے دیا جائے تو بائیں کو خبر نہ ہونے پائے۔ اس میں شک نہیں کہ علانیہ صدقہ دینے کی بھی اجازت موجود ہے۔ اور خاص طور پر جب نیّت یہ ہو کہ اس سے دوسروں کو بھی صدقہ دینے کی ترغیب ہو گی۔ تو علانیہ صدقہ دینا بھی بہتر ہو گا۔

اسی طرح صدقہ لینے والے کے لئے بھی قرآن نے آداب بیان کئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ صدقہ لینے والا معذور یا نادار ہو، چمٹ کر سوال نہ کرتا ہو بلکہ قرائن سے پتہ چلتا ہو کہ وہ واقعی محتاج ہے۔

اگر ان شرائط اور آداب کو پیش نظر رکھ کر صدقہ و خیرات دیا جائے یا لیا جائے تو انسانوں میں احساسِ کمتری قطعاً پیدا نہیں ہوتا کہ جو بھیک مانگنے اور خیرات دینے کا قدرتی نتیجہ ہوا کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے دنیا سے یقیناً افلاس و ناداری کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے۔

عہد رسالت مآبؐ اور خلافتِ راشدہ میں چونکہ صدقات و خیرات فراخ دلی اور پورے آداب کے ساتھ ادا کئے جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ناداری اور غربت ختم ہو گئی۔ اور کسی کو دستِ سوال دراز کرنے کی حاجت نہ رہی بلکہ لوگ صدقہ و زکوٰۃ لے کر نکلتے تھے۔ مگر کوئی لینے والا نہیں ملتا

تھا۔

آج ہمیں جو معاشی مسائل درپیش ہیں ان کا حل سرمایہ داریت یا اشتراکیت میں نہیں بلکہ اسلام کے عادلانہ اقتصادی نظام میں موجود ہے۔ کاش ہم اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے۔

# ماخذ و مصادر

## بزبانِ عربی

۱۔ القرآن الحکیم
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری : صحیح بخاری
۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری : صحیح مسلم
۴۔ امام محمد بن عیسٰے ترمذی : جامع ترمذی
۵۔ امام ابوداود سجستانی : سنن ابی داود
۶۔ امام ابن ماجہ قزوینی : سنن ابن ماجہ
۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی : سنن نسائی
۸۔ امام ولی الدین خطیب تبریزی : مشکاۃ المصابیح
۹۔ امام مالک بن انس مدنی : موطا۔ امام مالک
۱۰۔ امام سلیمان طبرانی : معجم صغیر
۱۱۔ امام دارمی : سنن دارمی
۱۲۔ امام جلال الدین سیوطی : جامع صغیر
۱۳۔ شیخ علی عزیزی شافعی : السراج المنیر
۱۴۔ امام محی الدین نووی : شرح مسلم
۱۵۔ مولانا شبیر احمد عثمانی : فتح الملہم
۱۶۔ ملا علی قاری حنفی : مرقاۃ المفاتیح

۱۷۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی : لمعات التنقیح
۱۸۔ امام راغب اصفہانی : المفردات فی غریب القرآن
۱۹۔ ابن ھشام : السیرۃ النبویہ
۲۰۔ حافظ ابن قیم : زاد المعاد
۲۱۔ امام محمد بن جریر طبری : تاریخ الامم والملوک
۲۲۔ علامہ المسعودی : مروج الذہب
۲۳۔ علامہ جار اللہ زمخشری : تفسیر الکشاف
۲۴۔ امام جلال الدین سیوطی : تفسیر در منثور
۲۵۔ حافظ ابن کثیر دمشقی : تفسیر ابن کثیر
۲۶۔ 〃 〃 : البدایہ والنہایہ
۲۷۔ قاضی بیضاوی : تفسیر انوار التنزیل
۲۸۔ علامہ کورانی : حاشیہ انوار التنزیل
۲۹۔ امام محمد غزالی : احیاء علوم الدین
۳۰۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رح : غنیۃ الطالبین
۳۱۔ شیخ شہاب الدین سہروردی : عوارف المعارف
۳۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : حجۃ اللہ البالغہ

## بزبان فارسی

۳۳۔ حضرت سید علی ہجویری : کشف المحجوب

۳۴۔ امام غزالی: کیمیائے سعادت
۳۵۔ شیخ عبدالحق محدث: اشعۃ اللمعات

## بزبان اردو

۳۶۔ مولانا قطب الدین دہلوی: مظاہر حق
۳۷۔ مولانا اشرف علی تھانوی: المصالح العقلیہ
۳۸۔ " " : ہفت اختر
۳۹۔ مولانا خیر محمد جالندھری: خیر المصابیح
۴۰۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی: تقویم تاریخی

## انگریزی

۴۱۔ ونسک اینڈ ہوسٹما: انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
۴۲۔ چارلس سی آدم: تحریک تجدد مصر میں

# علامہ فضل احمد عارف
کی
# دیگر مطبوعہ تصانیف

۱۔ برکات بردہ

امام بوصیریؒ کے قصیدہ بردہ شریف کے خواص و فوائد اور فیوض و برکات کا تحقیقی جائزہ۔ وظیفہ پڑھنے والوں کے لیے خاص تحفہ۔ قیمت = ۱۲ روپے

۲۔ فلسفہ دعا

اس کتاب میں عقل و نقل، سائنس و فلسفہ اور نفسیات و روحانیت کی روشنی میں دعا کی حکمت و افادیت پر ایک ایمان افروز کتاب قرآنی دعاؤں پر خاص تحقیق۔ قیمت = ۱۰ روپے

۳۔ حکمت استخارہ

استخارہ کے موضوع پر مکمل اور جامع کتاب آسان اور مجرب استخاروں کا لاجواب مجموعہ۔ قیمت = ۱۱ روپے

۴۔ سیرت بایزیدؒ

حضرت بایزید بسطامیؒ کی سیرت و سوانح پر ایمان افروز اور روح پرور کتاب۔ قیمت = ۱۵ روپے

۵۔ سیرت جنیدؒ قیمت = ۱۸ روپے (۶) فضائل تسبیح فاطمہؓ قیمت = ۱۰ روپے

# ہماری بلند پایہ کُتب

| کتاب | مصنف | قیمت |
|---|---|---|
| مکتوباتِ نبویؐ | سیّد محبوب رضوی | ۱۵/- |
| فصوص الحکم | ابنِ عربی | ۳۶/- |
| فصوص الکلم فی حل فصوص الحکم | مولانا اشرف علی تھانویؒ | ۱۰/- |
| حلال و حرام | مولانا فتح محمدؐ لکھنویؒ | ۲۵/- |
| احوال العارفین | حافظ غلام فریدؒ | ۳۹/- |
| اُصولِ شرعِ اسلام | مولوی مسعود علی | ۳۹/- |
| اُصول الشاشی | غلام قادر | ۱۰/- |
| فلسفۂ دُعا | علامہ فضل احمد عارف | ۱۵/- |
| سیرتِ سلمان فارسی | " " | (زیرِ طبع) |
| قرآنی دُعائیں | حاجی محمدؐ منیر قریشی | // |
| تحریکِ نظمِ جماعت | ابوالکلام آزاد | ۱۵/- |
| اسلامی قانون فوجداری | | ۳۰/- |